۷۸۶



مثنوی

آئینۂ فطرت

فطرت کو دکھایا بھی ہے دیکھا بھی ہے تو نے
آئینۂ فطرت میں دکھا اپنی خودی بھی
(اقبالؒ)

مصنفہ
میر فطرت کاشمیری

تعارف

میں نے سب سے پہلے سید مبارک شاہ فطرت کو آج سے کم و بیش تیس برس سال پہلے باندی پورہ میں دیکھا تھا۔ جب آپ سفر یارقند سے براہِ گلگت واپس آ رہے تھے۔ آپ کے برادرِ محترم سید محمد حسین صاحب گیلانی ان دنوں باندی پورہ کے ذیلدار خواجہ یوسف جان کے ہاں مقیم تھے۔ ذیلدار موصوف کے ہاں ایک محفل میلاد تھی۔ اور مجھے بھی اس میں شریک ہونے کا موقع ملا تھا یہیں میری اور فطرت کی ملاقات ہوئی۔ پہلی ہی ملاقات میں ہم ایک دوسرے سے اس طرح وابستہ ہو گئے تھے۔ جیسے برسوں کی ملاقات ہو۔ اسی ملاقات میں میرے اور فطرت کے درمیان ایک طویل مناظمہ بھی ہوا تھا۔ جو غالباً فطرت صاحب کے پاس اب تک محفوظ ہے۔

میں اس زمانے میں باندی پورہ کے ایک گاؤں باڈہ کا باشندہ تھا۔ اس لئے میرے اور فطرت کے درمیان اکثر ملاقاتوں کا سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔ البتہ جب کبھی میں سرینگر آتا تو فطرت سے ملے بغیر واپس نہ جاتا۔ اسی دوران میں مجھے باندی پورہ سے مظفر آباد تبدیل کر دیا گیا۔ اور یہ کم کم ملاقاتوں

کا سلسلہ بھی کچھ دیر کے لئے بالکل ہی ختم ہو گیا۔
فطرتؔ صاحب کے پاس آتے جاتے رہنے سے قدرتی طور پر مجھے اُن کے متعلقہ احباب سے بھی روشناسی ہوئی۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ کہ فطرتؔ ابھی جوان تھے۔ اور اللہ کی طرف سے اُن کو ایک حساس دل کی دولت عطا ہوئی تھی۔ اس لئے وہ اور اُن کے احباب اکثر و بیشتر بڑے لُطف کے دِن اور مزے کی راتیں گذارا کرتے تھے۔ مجھے بھی کبھی کبھی ان جان نواز محفلوں میں شریک ہونے کا موقع ملتا تھا۔ مولنٰا حیرتؔ کاملی، مولنٰا حسن شاہ صاحب حوؔلی، خواجہ محمد امین صاحب تجھؔ، جناب عبدالحق صاحب برقؔ، اور فطرتؔ صاحب اس انجمن ناز کے حواس خمسہ تھے۔ ان سب سے پہلی بار میں فطرتؔ صاحب کے ذریعہ ہی تعارف ہوا۔ فطرتؔ صاحب نے اپنے ہمنواؤں کی ایک چھوٹی سی دنیا بسا رکھی تھی۔ اور اُس کا نام انجمن اخوان الصفاء رکھا تھا۔ اس کے ایک اور ممبر پیرزادہ نجم الدین صاحب تھے۔ جو بانڈی پورہ کے رہنے والے ہیں۔ اُن کے اور فطرتؔ صاحب کے مراسم گلگت میں بڑھ گئے تھے۔ نجم الدین صاحب اُس زمانے میں زندہ تھے۔ اب بھی اگرچہ ان کے جسم و جان کا رابطہ قائم ہے۔ مگر حالات نے اُن سے زندگی کے تمام آثار چھین لئے ہیں۔
زیرِ نظر مثنوی میں فطرتؔ صاحب نے اپنا تعارف پیش کیا ہے۔

اور واقعہ یہ ہے کہ اس کا حق ادا کیا ہے۔ اس مثنوی کے مطالعہ کے بعد پڑھنے والے کو جہاں خود فطرت صاحب کے حالات سے واقفیت ہو گی۔ وہاں اُن کے ہمنواؤں اور ہم مشربوں کے حالات کی ایک جھلک بھی ملے گی۔ اور ساتھ ہی فطرت جس زمانے کی پیداوار ہیں۔ اُس کا عکس بھی سامنے آئے گا۔

میں ابتدا ہی سے فطرت کے فارسی کلام کا نہ صرف معترف تھا۔ بلکہ اکثر سے ہمیشہ مرعوب تھا۔ زیر نظر مجموعہ کو آپ پڑھیں۔ تو آپ بھی میرے ساتھ اتفاق کریں گے۔ کلام کی روانی، اور مطالب کی ادائیگی میں جس چابکدستی سے کام لیا گیا ہے۔ اس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ کشمیر کے فارسی شعراء میں سے خواجہ بہاء الدین متو نے سلطانی اور غوثیہ لکھکر سلیس واقعہ نگاری کو عروج پر پہنچایا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ فطرت کے اور اُن کے کلام میں ایک زبردست مماثلت ہے۔ مثنوی عام طور پر واقعہ نگاری کے لئے مخصوص ہے۔ اور واقعہ نگاری کا کمال یہ ہے۔ کہ تمام واقعات اس طرح بیان کئے جائیں۔ کہ سُننے والا یا پڑھنے والا واقعات کی جزئیات جان جائے۔ اور کسی قسم کی تشنگی محسوس نہ کرے۔ فطرت صاحب کی اس مثنوی میں یہ حُسن بدرجہ اتم موجود ہے۔

جہاں تک میرا خیال ہے۔ یہ مثنوی فطرت کی پہلی مثنوی ہے جو شائع ہو رہی ہے۔ اس سے اگرچہ آپ کی سخنوری کا معمولی سا اندازہ ہو سکتا ہے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ جب تک فطرت کا سارا فارسی

کلام منصۂ شہود پر نہ آئے۔ فطرت کے حقیقی مقام سے آگاہ ہونا ممکن نہیں۔ میں اس ابتدائی کوشش کے لئے اپنے صدیق مکرم سید محمد طیب شاہ صاحب ہمدانی کا ممنون ہوں۔ جن کی کوشش سے یہ مثنوی شایع ہو رہی ہے۔ اور دعا کرتا ہوں کہ فطرت کا سارا کلام شہرت عام اور بقائے دوام کے انعام سے مالامال ہو۔ والسلام علی من اتبع الھدا ے۔

میر غلام رسول نازکی

کان اللہ لہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ای دل از بند غم رہا شو زود — در کش از خرمن دو بینی دود
درسِ وحدت ز کاملِ دل گیر — کیمیا می شوی ز صحبت پیر!

پیر حقانی آں ستودہ خصال — گفت روزے بمن بمستی حال
آتشے را کہ دارم اندر دل — گر برون می زنم ز عُنصر گِل
جملہ ذرات را بسوزانم — وحدہ لاشریک لہ، خوانم
مذہبم وحدت است و یکتائی — بس نفورم ز کثرت آرائی
ہر کہ در بحر عشق گشت غریق — ہست آزاد از قیود طریق
گنہش طاعت است و عیب ثواب — خواب بیداری است و آتش آب
نیست منت کش دلیل چو ماہ — خضر محتاج رہبریش براہ
خود بخود میرسد بمنزلِ دل — وارہد ناگہان ز آب و ز گِل
فیض روح القدس رسد اُو را — اہلِ دل را خود بخود برد اُو را
لیک باید ز خود گذر بکنی — ہم بمطلب دگر سفر بکنی
من براہِ طلب زدم چون گام — صحبتے یافتم ز پختہ و خام
تا رسیدم بسید آفاق — میر سید حسن رئیس عراق
گرچہ خاکِ عرب بود وطنش — باغ دنیا ہمہ مگر چمنش

دیدمش در حد و در سرحد چین — رهبر خلق سوی ملک یقین

عالم و عامل و سخی زمان — سید و سرور کهان و مهان

بحر عرفان و گوهر مواج — در طریقت مماثل حلاج

سالک کامل آن شهنشه وقت — بود در ملک جان بتاج و بتخت

خارق عادت و منقلب حال — رهنمای گمرهان تیه ضلال

از نگاهی دلم ز خویش ربود — زنگ ز آئینهٔ دلم بزدود

باطنم پرتوی ز نورش یافت — ای خوش آن ذره که هوس یافت

شکر کز بندگان او هستم — در جهان فنا بخود مستم

۱۲ سہ آفتاب

دست بر دست او زدم چون من — وارهیدم ز مائی و ز من

جذبه بحری عنایتم کرده — هم ز پرده مرا ز خود برده

تا ز آغاز کار قادری دل من — گشت تابنده تر ز لعل یمن

زندگی یافتم بروح و جسد — پاک گشتم ز حرص و بغض و حسد

از مجازم سوی حقیقت برد — وز شریعت سوی طریقت برد

عشق من شعله زد بسوز و داد — جام فطرت زدم بکام مراد

تا بود جان بتن غلام ویم — کهتر و کمترین خدام ویم

همچنین از قلندران گفتن — سینه ام صاف شد چو در عدن

چون رسیدم بکاشغر آنجا — صحبتی یافتم ز اهل صفا

وز مزارات سرحد طرفان — یافتم فیض های بی پایان

از عمر در زیارت اسلم حاج — بسرم آمد اندرین ره تاج

با محمد مراد و کابل خان
با محمد بنثار عاشق فرد
عبدالرحمان و نیز عبدالله
سید احمد که کاشتواری بود
نزده همه فیض قادری دیدم
در مشایخ نبسی موقر بود
بود همدرد هر غریب وطن
با من اندر زمین ترکستان
رحمت حق بآن ستوده صفات
گفته‌ام من بشان آن امجد
شمهٔ ذکر خاندانش هم
بیدے ز اهل کاشمر اینجا [2]
آنکه ز اخلاق احمدی خلقتش
روشن تابنده ماه یا پروین
سخنش شهد قند و شکر چین
عالم و عامل مسائل دین [3]
نکته سنجے بفکر طبع رسا [3]

داشتم رابطهٔ عیان و نهان
داشتم دوستی بعشق و بدرد
همرهان مسند خاطر خواه
اصل نسبش از فرع خانیاری بود
گل مقصود یک بیک چیدم
هموطن همنسب با حقیر بود
نکته دانے هنر درے پر کن
التفاتے نمود از دل و جان
از خداوند قاضی الحاجات
چند شعرے بنیر آن سرحد [1]
کرده‌ام مجلا بسیر قلم!
دیدم الحق ز واصلان خدا!
هم ز آثار یوسفی خلقتش
یاد درخشنده چهره نمکین
جبه‌اش پاک از شکنج جبین
کامل و اکملے براه یقین
مونشگاف کنایه وایما

۱ یعنی در سفر ترکستان ۔ ۲ یعنی در یارقند

شاد کامی زجام اہل سرور
متولی خاکساران است
ہمنوائے بہ بینوایان است
مایۂ عیش دردمندان است
للہ الحمد فطرت بیدل
کردہ اند کاشتور تسبیح سفر
داشت در عہد خویش دختر عم
جانشین شد بہ تکای ہدای
سید عبداللہ آن سپہر جلال
بود آزادہ داشت فکر سفر!
مدفن پاک شان بگورستان[1]
داد ترویج قادری اکثر
اندرین وقت حاکم آنجان[2]
داشت او یک تبرک موثق
موئی گیسوی غوث حق آخر
آمدے آن قسر سیر بہ جمال
بود جاوید در رہ موجود
الغرض سید نکو سیرت
قطب آفاق زعالم محمود
تکای خمار یاران است
مرہم زخم سینہ چاکان است
مونس جملہ مستمندان است
ہست در صحبتش بسے خوشدلی
یافت اینجا ز بخت خویش ثمر
کہ زجوری نداشت حسنش کم
بر سر مسند شد عبداللہ
سالک دہر بود و صاحب حال
کرد آخر بہ یار قند گذر
منظر از ایرانِ ترکستان
بود ذاکر بحلقۂ شام و سحر
شد بصدق و صفاش تخلص جان
کرد ہدیہ باین شہ اصدق
در رسیدہ بدست این ذاکر
حرمتش می نمود در ہر حال
ہر چہ می یافت صرف می فرمود
عمر خود صرف کرد در خدمت

[1] مقبرہ کو ترکستان میں گورستان کہتے ہیں۔
[2] مخفف از علاقہ ترکستان روسی اندجان

هم بموی مبارک آن مسعود
نوّر الله روحه الاعلیٰ
بر سر مسند خلافت شان
جانشینش به مسند ارشاد[۳]
پور عم زاده من راقم
حالیا موی غوث حق آمد
زان سه پس از علی گولڑوی
الحق آن حق پرست حق آگاه
در مشیخت پناه عبد صمد[۲]
در جماعت علی پاک ضمیر
در طفولی بصحبت الشان
لیک از انجا که از ازل نامم
خطِ عشق و جنون باشک مدم
بر جبین هر خطی که از ازل است
چون قیس بمیز بر خوردم
مدتی در فراق حسن کسی

حرمتی کرد تا قضا فرمود
عطر الله مرقده ابدا
هست این میر احمد ذی شان
سید احمد[۱] که شد باو داماد
شد به تختِ خلافتش قایم
در کفِ آن برادر ارشد
یافتم راه در رسم رهبر اوی
شد مرا رهنمای این شه راه
بیقین یافتم ز صدق قدید
زر کانی من شده اکسیر
یافتم دولتِ یقین ز گمان
در مریدان عشق بود رقم
بر جبینم رقم نموده قلم
با همه جهد و جهد بی بدل است
سوی عشق مجاز پی بردم
در میان سوختم لبان خطے

۱ سید احمد گیلانی فرزند حاجی سید غلام محمد گیلانی یار قندی عم زاده راقم (فطرت)

۲ حضرت شیخ عبد الصمد زهگیر ۱۲

گشتم از عقل و هوش و درس کتاب — وز همه ننگ و نام و راه ثواب

دف و چنگ و رباب و مطرب ذوق — بسکه بگشود بر من این در شوق

بلبل بینوا خلیل[1] آنکه جلیل — در فن نغمه کو نداشت مثیل

من و آن حیرت[2] سخن گستر — هر دو کردیم سعی کسب هنر

بیشک آن پیر مرد باطن صاف — بود مشفق بما بغیر گزاف

زانکه آن پیر کے سکندر وقت — بانوئی داشت مقبله خوش بخت

خدمت شوی کاره بود ورا — همچو مادر شفیقه بود بما

هست فنی شریف شوق سماع — و همچه شغل لطیف ذوق سماع

بسکه کردیم جد و جهد بفن — هر دو گشتیم ماهر و یکتن

زان پس اندر ره طلب هر سو — هر دو کرده جستجو تگ و دو

بهر کسب مظاهر قدرت — عمر خود باختیم در هجرت

فیضها یافتیم در خلوت — نردها باختیم در جلوت

بس تفکر بکنج خلوت غار — سالها کرده ایم بی اعذار

فکر و ذکر و درود و ذوق شهود — بر دل ما دری ز غیب گشود

من چگویم ز حیرت آگاه — عاشق کامل است و سالک راه

صحبتش کیمیای صاحب هوش — کز خم الفت است باده فروش

شمس برج شرافت آن اشرف — خلف صالحی ز بزم سلف

۱ - ۱۲ استاد محمد خلیل قوال

۲ - میر شمس الدین کاملی حیرت

محرم رازِ عشق و صاحب درد
صاف دل صاف تر ز گوهر پاک
دل او از غبار مکر و ریا
بمقامات عاشقی واصل
زان سبب باختیم نرد وداد
حسن[۲] آن بوالوفا رفیق سفر
الفتش بد چو پاک از کلفت
الفت آن راز دار عشاق ان
در حیا روی اوست پر ز خو
مسکنش کوی کاملِ اکمل[۳]
ساده دل عاشقی ز رندی پاک
نیک نامی به پارسائیها[۳]
هجر نادیده نی ملامت کس
نی چشیده ز درد شربت تلخ
واجد فرد در محافل درد
جست جانے به مذهب لقمان
بود تا بود یار ما بوطن

در مقامات عشق عاشق فرد
دردمند و رهین غم غمناک
همچو آئینه صاف و قبله نما
عاشق مست میرزا کامل[۱]
با رفیقان و رهبران سداد
که بالفت ندید اکنش همسر!
کرده ام زان تخلصش الفت
با محبان رضای حق جویان
در وفا بوالوفاست کینت او
مشربش چشمه ز نور اجل
جیب عشقش ندیده رخنه چاک
جبهه فرسای سجده سالها
همچو آن بلبلی که شد بقفس
آتشش او کمر بسته به تیخ
میکشد هر دمی ز دل دم سرد[۳]
همچو فولاد سخت در ایمان
راست در استوا ز دست سخن

۱ حضرت شیخ اکمل الدین کامل بیگ خان بدخشی رحمة الله علیه ۱۲
۲ جناب پیر حسن شاه کاملی ۱۲

ربطِ قلبے کہ داشت با دلِ من
ناگہان در مقامِ حیرانی
یعنی آن عندلیبِ گلشنِ جان
اللہ[1] اللہ آن عزیزِ جہان
منبعِ چشمۂ حیاتِ بقا
فانی اندر فنا بقا باللہ
حبذا در جہان سوز و گداز
سینہ اش پر ز آتشِ سودا
متخلق بخلقِ احمد بود
آرے اندر زمان درد و محن
من بعشقِ چنین حقیقت بین
نی من نالہ ہا ازو آموخت
آتشِ من ازو زبانہ[2] گرفت
سخنِ من چو قند زان خوش کام
در رہِ کبروی مرا تعلیم
خاصہ در محفلِ سماع و سرود
گاذرے بود مخلصش مقبول

بود غمخوارِ من بدرد و محن
وصلِ من شد بشیخ حقانی[1]
سروِ آزادۂ ساحلِ ایقان
بود در مصرِ عشق یوسفِ جان
مظہرِ مظہرِ لقا و فنا
عارف بالیقین و حق آگاہ
بود در عہدِ خویش بے انباز
چشمِ او تر ہمیشہ ز اشکِ بکا
مستِ عرفان جامِ سرمد بود
بود مشفق‌تر از پدر بر من
یافتم سرِّ جان براہِ یقین
نی من شیشہ ہا ازو اندوخت
عشقِ من زد چنین فسانہ گرفت
غنچۂ من شگفتہ زان گلفام
کرد آن محرمِ رہِ تسلیم!
یافتم گنجِ گوہرِ مقصود
دعوتِ او نمود شیخ قبول

۱ حضرت شاہ عزیز اللہ حقانی ۱۲
۲ بمعنی شعلہ ۱۲

خلوتے خاص بود مکمن راز
در بسے پیش چشم آن غمناک
گفت در حلقهٔ سماع بمن
هان بخیز بیا بهر تعظیمش
عاشق بو الهوس ولی غنی[1]
سرکشی زاهد پرست بخود
کوچه کوچه بگرد آن بیکار
از کرامات شیخ دریانوش
بعد از ان فیض دین و دنیاوی
آمدے آن خسرو ممالک جود
بود رهبر من در سے یکتا
حسن اخلاق آن مجسم قدم
اللّه اللّه چه عاقلے زیرک
هست در بار قدس مشهور
ذوق محتاج بود جا گیرش
از نصایح مرا بسی بنواخت
برد از کاشمر بسوی خویش

من و آن شاه محو ناز و نیاز
کرد دیدار سید لولاک
دیده ام سر بزمین و زمن
پی عرض و سلام تکریمش
گشت مردود حق ز بی ادبی
لاجرم شد ز فیض او مردود
مرد دیوانه وار در بازار
دیده ام خود شنیده ام بگوش
یافتم از برادر عموی
زبدهٔ آل شاه جیلی بود
تاجرے بی بدل ز اهل عطا
نیست حدم که آرمش بقلم
زبدهٔ آل السید میرک[2]
مسکن آباد و عجب معمور
مهمانخانه بود تعمیرش
نقد زر کثیر بر من باخت
خواست پیوند در رشته خویش

[1] ولی نام داشت که دیوانه شده ۱۲
[2] عم راقم الحروف بود ۱۲

داد در خدمتم آن عفیفه خو
بکر سادات خواسته آن ماه
من چه گویم بقد آن مهتاب
سیرتش پاک و صورتش زیبا
جان پاکش چو قطرهٔ سیماب
حق تعالی بعقد آن اختر
پسرے نیک فال و نیک سیر
من براه سفر بخواب ندم
الله الله! آفتاب جمال
بندهٔ عشق او شدم از دل
رفتم از حس و هوش و عقل و خرد
ناگه آن بادشاه چرخ و زمین
غم مخور زانکه عاشق مائی
مدد ما بود بتو شامل
پسرے زائدت ز ربیع دگر
آخر الامر در ربیع دگر
از کرامات پیر راست نگر

کہ چو مهتاب چهره رخ داشته رو
غیر کفو نسب نکرده نگاه
دل من شد شگفته همچو گلاب
با تلاوت بشب بچشم بکا
بیقرار و ز درد قلبش آب
کرد نورانیم ز نور بصر
شد عطایم ز ایزد داور
دیدم آن ماهتاب چهره رخ
کرد از یک نظر مرا چون هلال
او فتادم چو مرغکے بسمل
مست گشتم ز بادهٔ سرمد
گفت برخیز ای جوان حزین
بلبل آسا بما نماشائی
زانکه هستی تو عاشق کامل
غوث کن نام آن خجسته اثر
خاطر من شد شگفته زان گل تر
کز گل یاد میده گرد خبر

۱ حضرت قطب ربانی شیخ عبد القادر جیلانی رضی الله عنه ۔ ۱۲
۲ بربیع الثانی در بهار سالی لوه ۱۲ ۳ پیر راقم غلام شاه محمد غوث ۔ ۱۲

دست پیر است دست حق لاریب — بگمان پیر ماست عالم غیب

نائب قدرت است چون کف پیر — باز آرد ز شست رفته تیر

لیک این نکته کے کسی فہمد — بیقین جرعه اگر نه کشد

فطرت از بندگان آزاد است — کز غلامان شاہِ بغداد است

چشم دارد ازان محیط ہمم — شربت روشنش دہد ز کرم

چه غم ار غرق بحر عصیان است — سگِ زنجیر شاہ جیلان رض است

" نیست در پشت از غلامانم — از نمک پروران احسانم

گرچه نیکم و گرچه بد ہستم — ہرچه ہستم ازان او ہستم "

التجا

ای تو محبوب خاصِ سبحانی — ماہتاب سپہر عرفانی

چه شود گر مرا بجود خوانی — زانکه احوال من تو خود دانی

دست من گیر در چنین حائل — آمدم بر در تو چون سائل

بس فتادم بورطهٔ غم و ہم — نیست جز نام تو مرا ہمدم

مفلسم بیکسم غریب وطن — نیست آواره دیگرے چون من

فطرت قادری رہین الم — قادری ہست نیست او را غم

ای شه جیلی ای امیر غیور — چند مانم ز وصل تو مہجور

یا ز یک جلوه خودم از دور — بنمای ز طلعتِ پر نور

نیست در دل جز این تمنایم
عمرها کرده ام سیه کاری
ننگ باشد من و گنهکاری
باطنم زنده کن بنور یقین
از غم دل چو ماه می کاهم
هفت پشتی غلام درگاهم
تخم مهر تو تا بدل کارم
عمرها بر امید تو نشستم
دل بامید لطف تو بستم
هر سحرگه که باد می باید
روی بنما که بینوای توام
خاک گشتم مگر به پای توام
از غلامان خاکسار توام
من گدایم تو شاه شاهانی
حال زارم تو خوب میدانی
رفت عمرم بدرد هجران حیف
مفسدان زمانه در ایقان
قادری هستم و شه جیلان رض
لاتخف گفت در امانم من

جبه بر آستان تو سایم
روسیاهم تو خود خبرداری
عار باشد من و سیه کاری
آرزوی دلم همین است همین
روز تا شب بناله و آهم
گرچه بیکسم و گرچه بی راهم
چه غم از بنده گنهکارم
من نه هستم ازان تو هستم
از غم حشر زان سبب رستم
شاه بغداد یاد می آید
موی بنما که مبتلای توام
تا بود جان به تن فدای توام
سگ زنجیر و داغدار توام
من فقیرم بتو تو سلطانی
نیست حاصل جز از پشیمانی
اوفتادم به بحر عصیان حیف
رخنه انداخته چون شیطان
پشتبان من و پناه جهان
بی غم و غصه هر زمانم من

پادشاها امیدوار توام   حلقه در گوش و داغدار توام
مرغکی بسملم شکار توام   عاجزم بیکسم نزار توام
برگزینی ز مخلصان خودم   در نرانی ز آستان خودم
بینوا را نواست یادِ تو بس   حاجتم را رواست یادِ تو بس
دردِ دل را دواست یادِ تو بس   مرضم را شفاست یادِ تو بس
یادِ تو رهنماست وصلت را   یادِ تو دلکش است فطرت را
لازم آمد که میکنم اظهار   نسبتِ خود به آن شهِ ابرار
نسبتِ معنوی و صوری هم   آید از فضلِ حق خوشا بکفم
شکرها میکنم به ایزدِ پاک   هستم از امّتِ شهِ لولاک ۲
وز مریدانِ شاهِ جن و بشر   خلعتِ این نسبتم ۳ شده در بر
یعنی آن قدوهٔ زمان و زمین   قطبِ اقطاب شیخ محی الدین
والدِ من غلام محی الدین   بود از سالکانِ راهِ یقین
سیّد با صفا ز اهلِ تقی   بود مقبولِ بارگاهِ خدا
دره با صفتِ حق بسی مشتاق   مهر رویش چو صبح جان براق
ضابطِ وقت و ذاکرِ اوراد   در جهان همچو سرو جان آزاد
من چه گویم ز جودِ آن جواد   هرچه میبافت بهرِ حق میداد
مولدش خانیار فیض آثار   مسکنش ۳ خانقاهِ پر انوار
مدفنش در جوار اهل الله   مهر با قدر به برج رفعت ماه
بود در عشقِ پیر صاحبِ درد   در جهان یقین چو عاشقِ فرد

گشت فانی به عشق پیر نه کل
بود در خلوت شبانروزی
یافت از عشق پیر آنچه که یافت
بیعت قادری گرفته از و
یعنی آن ماهتاب اوج یقین
زو بفضل خدای جن و بشر
پشت در پشت آمد این دولت
طوق این سلسله بگردن من
یارب از بهر غوث صمدانی
محرم رازهای پنهانی
خلعت قطبیش بود در بر
بر همه اولیا قدم دارد
پیر پیران و شاه جن و بشر
یارب از بهر شیخ دین رزاق
بهر ابو الصالح آفتاب یقین
بهر آن سید ظهور الدین
هم ز بهر کمال شمس الدین
بحق آنکه بود بدر الدین
بحیا بحلم شرف الدین
بحیین و باسط مسعود

خورده از باغ شفانی گل
ذکر و اوراد خوان بجان سوزی
اسپ همت بسوی یزدان تاخت
شهر من برادر خوش خو
قدوهٔ ز آل حضرت یاسین
کرده ام این خلعت شرف در بر
تا بجدم وزیر با حشمت
آمد از غوث حق معاً عن عن
قطب حق پادشاه جیلانی
مظهر فیضهای رحمانی
تاج غوثیتش چه خوش بر سر
همچو عیسی بدم شفا دارد
نور چشم جناب آن شیروزه
بحر عرفان و زبدهٔ آفاق
بهر ابو النصر آن مه تمکین
وز برای جناب سیف الدین
وز جمال شه علاء الدین
وز پی آنجناب محی الدین
بعبادات آن شهاب الدین
۳ ره رسا سالکان راه شهود

وزپی آن امام حقانی
بهر آن سید زمان و زمین
بهر محبوب بارگاه احد
بهر سلطان دین علاء الدین
بهر آن مفخر کهان و مهان
بهر سید محمد محمود
بهر سید ملوک شیخ زمان
از برای جناب نور الدین
بهر سید نظام الدین ولی
بهر سید وزیر ورع آگین
بهر آن سید غلام الدین
که ببخشای جمله عصیانم
بشنوی دیگری ز فضل خدا
منبع چشمهٔ حیات بقا
قرة العین سر در عالم
بانی دین و ثانی حیدر
دافع ظلم و شرک و فتنه و شر
یعنی آن آفتاب عرفانی
میر سالک ز اهل ذوق و شهود

سید آن عبد قادر ثانی
قطب اقطاب میر نور الدین
سید ما غلام دین احمد
وزپی آنجناب شمس الدین
شیخ برکات یوسف دوران
سرور عارفان راه شهود
مقتدای همه ذوی العرفان
شاهباز مقام تمکین
مشتهر در جهان بزنده دلی
بود ثابت قدم بشرع متین
زبدهٔ آل حضرت یاسین
غرق فرما به بحر عرفانم
دارم از ماهتاب چرخ هدی
زبدهٔ آل خواجه بطحا
ولد معنوی و صوری هم
اسد الله سید صفدر
قاطع الکفر و هادی و رهبر
میر سید علی الهمدانی [1]
بود غواص بحر عشق و ودود

[1] همدانی

در مقامات عشق حق یکتا
حق نما حق پژوه و حق گفتار
جدِ او تاج[1] دین همدانی ست
آمدند این دو گوهر نایاب
هر دو عم زادگان میر کبیر
سوی کلہ گام با خدام و خدم
پیش از آنکه شاهِ همدانی
میر سید حسین[2] سمنانی
بهر تبلیغ راهِ ایمانی
آمده سوی شهر با صد جاه
شاهِ شاهان شهاب الدین[4] شهمیر
پیشوائیش کرد از تعظیم
داد در عقد آن شه احرار
خانه و خانقاه کرد بنا
در محلے که بود معموره
بعد چندین ز عقد آن مهتاب

سالک کامل ره کبری
خوش نما خوش لقا و خوش کردار
که برادر شیخ سمنانی است
سوی کشمیر در زمان شهاب[3]
بانی دین خطهٔ کشمیر
با کمال وقار و جاه و حشم
آمد اینجا بحکم ربانی
ماند اینجا بفضل سبحانی
سید آن تاج الدین همدانی
همچو ماهی به برج رفعت شاه
کرد توقیر او بجم غفیر
به خویشش برد با تکریم
دختر اختر سپهر وقار
از برای عبادتش آنجا
در میان شهاب الدین پوره[5]
گوهرے شد عیان چو در خوشاب

۱ سید تاج الدین همدانی ۔۱۲ — ۲ سید حسین سمنانی ۔۱۲
۳ در زمان سلطان شهاب الدین شهمیری ۔۱۲
۴ شاه شهاب الدین ۔۱۲ — ۵ شهاب الدین پوره متصل نوهٹه ۔۱۲

حسین آن سید نکو کردار
الغرض میر میرک مسطور
سه پسر داشت او دو تا دختر
صاحب ورع و زهد و عقل و تمیز
بود داماد شاه عبد الله [2]
هیچ خلفی بماند زان آگاه
یوسف ثانیش پسر دیگر
بود خطاط و شاعر ذوالفن
پهلوان و شجاع و آتش خوی
درد و سوزی که زهن جان من ست
بوراثت ز خال خود دارم
در خبر آمد از رواة ثقات
ولدی گو که آمد است حلال
لیک از حکمت خدای جهان
ولدی گرچه نیست زان پر فن
من تبه کارم ازچه نامه سیاه
چشم دارم بهمت مردان
کهترین زان [3] سه میر احمد بود

شد بهادر لقب [3] سپه سالار
بود از آل تاج الدین مذکور
شه محمد [1] از آن سه بد اکبر
حافظ و قاری قرآن عزیز
لاجرم یافت ز و مسالک راه
بر زمین جهان بزیر نگاه
روی نیکوش بود پرتو خور
عاشقی صادقی فهیم زمن
بذله سنج و سخنور خوش خوی
شعر گرمی که بر زبان من ست
مایهٔ نقد حال خود دارم
از رسول خدا علیه صلوات
یشبه العم او یمیل الخال
بجوانی برفت زین دوران
ولد معنویش هستم من
دارم از رهروان آگه راه
که بخشایدم خدا ایمان
میر طیب [3] از و پسر موجود

---

[1] میر محمد شاه همدانی ۱۲
[2] مولانا شاه عبد الله استاد میر واعظ یحیی صاحب ۱۲ [3] میر سید طیب همدانی

اندرین خاندان همین یک نور
زان دو دختر یکی که ماجده بود

مصرعے از کتاب صدق و صفا
ابن سعیده باتفاق حسن
زین سبب والدم غلام الدین
منتقل شد ز خانیار کبار
میر مبارک که ذکر خیرش شد
بسکه دل داده بود بر خویش
دید آثار حسن معنویش
کرد تلقین ذکر کبرویش!
به تنها دل گرفت از ره شوق
بود تا بود میر والا شان
تا بفرزندیش گزید و بخواند
روح الله روحهم ملا
زان سپس در ره خدا طلبی
خوشم آمد نصیحت ره گیر
گر کسے باکس باکس کس باش
سخن از حال خویش کمتر گو

صاحب جاه و ذی وقار و شعور
در ریاضات بسکه ساجده بود
آیت مصحف حیا و صفا
آمده در نکاح والد من
سید باصفا ز اہل یقین
بسوی خانقاه فیض آثار
طالب سیرت و صلاحیت بود
هم به اخلاق و پرتو ردیش
بخلافت گزید زان رویش
داد ارشاد فیض باطنیش
رخصت قادریه زان مافوق
کرد فرمان بریش از دل و جان
سر سجاده خویش بنشاند
عطر الله قبرهم ابدا
فیضها یافتم بسے غیبی!
که مرا کرد در ره پا تیز!
راز دل را مکن بهر دم فاش
سر می باحریف می خور گو

۵ میدانے از سرحد ترکستان

ظاهر آرا مشو بمعنی کوش
هنر آموز و توشهٔ خود گیر
اهل حالی که بی زر است و فقیر
گر فقیری امیر باش و غیور
تا شوی مختلط به اهل جهان
نتوانی اگر بفرض محال
پاس ناموس و حفظ عرض و وقار
برگزینید کنج خلوت را
در طریقت به سالکان غیور
لیکن این رتبه خاص اهل دل است
ترک دنیا است دین رهبانی
مصطفیؐ در زمان کفر و عناد
هم بجای ریاضت ذهنی
مقصدش جد و جهد و درس عمل
صوفیی کو نکرد دنیا رام
سنت مصطفیؐ است محض عمل
یک قدم هم مزن ز راهش دور
تو اگر محرمی بجنت کوش
در ریاضت بکوش و زرع و حصاد

پند هر کس بگوش جان کن گوش
تا نباشی به بیکسی دل گیر
پست باشد بچشم شیخ و صغیر
ورنه در کنج خانه باش صبور
بایدت زیستن ز پیش مهان
ترک کن اختلاط صاحب مال
اهل دل هم می کنند ترک دیار
ترک سازند بزم جلوت را
لازم آمد ز جاه بودن دور
نی پی بستگان آب و گل است
ترک دنیا است جهل و نادانی
کرد تلقین مومنان بجهاد
گفت ما را عبادت بدنی
بحصول خلافت اکمل
در ضعیفی چو مور شد بدنام
نکته گفتمت مگر مجمل
تا بیفزایدت تمیز و شعور
پند رهبر شنو بعقل و بهوش
در چمن زی چو سروی آزاد

یعنی رهبر ۱۲

تا چرا نه قدم بهامون نه | توش سودای خود بگیر و بده
کوه بشکن به تیشه گوهر گیر | چرخ را کف بیار و اختر گیر
پا برهنه قدم بخار ازن | خار از پای خود ز دیده بکن
به که باشی به پیش همچو خودے | ایستاده بعجز همچو ردے
آبروی خود از سوال مریز | زهر اندر می حلال مریز
نکتهٔ عابر السبیل شنو | در رهٔ عشق بے دلیل مرو
بعد از بینم رفیق شفیق | مرد رهرو بینم که خضر طریق

پندے برومند بہ عزیزے ارجمند

ای امین من امانت کیش | پند مخلص شنو مشو دلریش
راز فطرت شنو بسمع قبول | دل مکدر مشو مباش ملول
گرچه در عاشقی تو در تگ و پو | بالیقینی مگر تو فطرت جو
از ازل آمدی بباغ جهان | همچو طبع شگفته ام خندان
عشقت از حسن فطرت است لطیف | طبعت از جوهر است شریف
رشتهٔ گوهر است با من مست | از ازل بود تا بفقر دراست
در سرشت هوای خوبان است | پاک ز آلودگیت دامان است
راستی بر سماع راست تو چیر | چون تو رستی ز تسف از کشمیر
تب و تابے که داری اندر دل | میکند مر ترا بخود واصل

مستی از ساغرِ میِ تحقیق — فیض روح القدس ترا است رفیق
چشمِ فطرت بجنبِ تو خیره — دل هر غافلے از و تیره
زانکه هستم باصلِ خود واصل — نیستم لحظهٔ ز خود غافل
نظرے دارم کو ببینم بیش — سینهٔ دارم از غمت صد ریش
آه از چشم کور ظاهر بین — گنج مخفی است نقد حال این
تا توانی تو ظاهر آرا بشو — باطنت را بپوش و نکته شنو
زاهل دنیا به بزم دونان باش — نکته آور به نکته چینان باش
چشم دل وا کن و نگر بجهان — صحبتے کن بهر تنے از جان
صوفی از قید ماست آزاده — پیر رومی نگر چه فرموده
باده از ماست مست نی ما زو — قالب از ماست هست نی ما زو
هر روانے که آمده بوجود — می سزد مرد را بجهد و قود
حرکت از فطرت و سکون از غیر — جهد از کعبه و جمود ز دیر
مردِ مومن به اهل جبل و خدم — میخورد رزق حق به مزد قدم
سیّد ما که هست شاه دو کون — از خدیجه رض مدد گرفته و عون
تا که قانونِ حق شود محکم — امت او گشت بسعی قدم
سعی کار پیغمبران آمد — سعی نقد و هنروران آمد
سعی از بندگان رحمان است — ترک سعی از مغان و رهبان است
سعی از تو تمامش از ایزد — رشته از تو قطعش از ایزد
ما حریفیم و مست مولائیم — پاک از لوث و حرصِ دنیائیم

لیکن اندر طریقت مردان
مکن اندیشهٔ خودی بہ سبب
پختہ گردد خودی ز سعی و ہنر
ہر کہ نقد خودی خرید ز خویش
روہر دے ترکِ سعی گردد بخت
ہر کہ در چشم مردمان شد خاک
خاک از جان شود گلے از تن
ناز ہا کن ببر نیاز گزین
مصطفےٰ[۱] گفت فقر فخر محب
دنیا آنتا ز حق میخواست
این مگو فطرت از نور خور است
تا کہ جانش بقالب بدن ست
پند من شود مندان و مرنج
خود تو گنجی ہنوش باش د خموش
گر شوی رنجہ این زنان زین پند
رحمتے می کنی روانم را

مردن اولی کہ نان از دو نان
خودی خویشتن بسعی طلب!
پاک گردد رہ از خطا و خطر!
بزد منتّے ز غیر و ز خویش
شد ذلیل و بخاکِ تیرہ نشست
در چمن زیست چون خس و خاشاک
لیک از گلرخی بخویش متن
صیّد ماہی کن فہ بحر رخ نشین
شد پینہ جو مگر ز فقرِ مکتّب
سرور ما کہ سیّد یکتا ست[۳]
از وصال تو ساغتے دور است
ہمچو دری اگر تو ادعان ست
ہر کہ رنجے کشیدہ یافتہ گنج
این سخن گویم از زبان سروش
روز بے آئی بہ پیش من خورسند
ہم دُتو دے دہی زبانم را

تذکرہ سادات ہمدانیہ کشمیر

کشمیر مینو نظیر قدیم الایام سے ساداتِ عالیہ درجات ہی کا گوشہ ریاضت و خلوت رہا ہے۔ اور انہی کے فیوض باطنی سے اس ملک میں روحانی، اخلاقی، معاشرتی اور اقتصادی خوشحالی پھیلی ہوئی ہے تاریخ کشمیر کی رو سے سب سے پہلے سادات ہمدانیہ ہی نے علمی، سیاسی اور اخلاقی آبیاری سے اس سرزمین کو خلدِ بریں کا نمونہ بنا دیا ہے۔ حکیم الامۃ علامہ اقبال فرماتے ہیں۔ ؎

سید سادات، سالارِ عجم — دستِ او معمارِ تقدیرِ اُمم
خطہ را آن شاہِ دریا آستین — داد علم و حکمت و تہذیب و دین
آفرید آن مردِ ایرانِ صغیر — با ہنر ہائے غریب و دلپذیر

سنہ ۷۶۳ھ میں حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رضؒ نے اپنے چچیرے بھائیوں سید تاج الدین ہمدانیؒ اور سید حسین سمنانیؒ کو کشمیر کے حالات دریافت کرنے کی غرض سے یہاں بھیجا۔ اُسوقت امیر تیمور گورگانی کے محضر نے تمام عالمِ اسلام میں افراتفری پھیلا رکھی تھی۔ کشمیر میں اُس وقت سُلطان شہاب الدین حکمران تھا۔ اگرچہ رینچن شاہ ایک ترکستانی قلندر حضرت سید عبد الرحمان بلبلؒ کے دستِ حق پرست پر اسلام قبول کر چکا تھا۔ اور اس اعتبار سے کشمیر پر مسلمان خاندان حکمران تھا۔

لیکن تمام ریاست پر شرک اور کفر کی مظبوط گرفت قائم تھی۔

سید تاج الدین ہمدانیؒ اور سید حسین سمنانیؒ شوپیاں کے راستے کولگام پہنچے۔ کولگام کے پر فضا اور راحت بخش مقام کو عبادات و ریاضات کے قابل پاکر سید حسین سمنانی یہیں پر مقیم ہوئے۔ حضرت شیخ نورالدین نورانی رح کے والد بزرگوار شیخ سالار نے آپ کے دست حق پرست پر اسلام قبول کر کے ولایت کا درجہ پایا۔ اور للہ عارفہ، صدرہ ماجی اور دیگر بے شمار عارفوں، قلندروں اور صوفیاء کرام نے آپ سے فیوض و برکات کا اکتساب کیا۔

حضرت سید تاج الدین ہمدانی رح اپنے برادر کو کولگام چھوڑ کر شہر میں وارد ہوئے۔ کشمیریوں نے آپ کا پر تپاک خیر مقدم کیا۔

ای آمدنت باعث آبادئ ما

سلطان شہاب الدین شہمیری نے اپنے شاہی محل میں آپکو ٹھہرایا۔ آپ کے علم و فضل اور روحانی دستگاہ سے آگاہ ہو کر اُس نے آپ کی عبادت کی خاطر ایک خانقاہ تعمیر کرائی۔ اُن کے مستقل قیام کے لئے شاہی محلات کے ساتھ ہی شہاب الدین پورہ میں (جو آجکل شہام پورہ کے نام سے مشہور ہے) ایک عمارت تعمیر کرائی۔ اور اپنی بیٹی آپ کے عقد میں دی۔ اس کے بطن سے سید حسین بہادر پیدا ہوئے جو بعد کو بنگال کے ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔ فیروز شاہ تغلق اور سلطان شہاب الدین

شاہی ازواج کے

شہمیری کے مابین سلطنت کی حدود بندی کے معاملہ پر جو جنگ ہوئی
اُس میں کشمیری افواج کی قیادت سید حسن بہادر ہی نے کی۔ اور
غیر معمولی شجاعت کے مظاہرے پر سُلطان شہاب الدین سے رستم
ہند کا خطاب حاصل کیا۔ سید حسن بہادر کی جرأت و ہمت اور قابلیت
سے متاثر ہو کر سلطان فیروز شاہ تغلق والی ہند نے اپنی بیٹی سے
آپ کا نکاح کیا۔ جس کے بطن سے سید حافظ کمال الدین پیدا
ہوئے۔ سید حسن بہادر کی صاحبزادی علیہ میں حضرت میر سید محمد ہمدانیؒ
کے وارد کشمیر ہونے پر اُن کے عقد نکاح میں آئی۔

سلطان شہاب الدین شہمیری نے حضرت سید تاج الدین
ہمدانیؒ کی خانقاہ کے فقرا کے مصارف وغیرہ کے لئے ماچھ ہامون
اور گیہو ہامون جاگیر عطا کی۔ سید حافظ کمال الدین، سید جمال الدین
سید نعمت اللہ اور اس خاندان کے دیگر بزرگ شہاب الدین پورہ
میں ہی مدفون ہیں۔ یہ مقبرہ مسلمانوں کی غفلت شعاری اور میر
صاحبانِ خانقاہِ عالیہ کی کم توجہی کے باعث خستہ حالت میں پڑا
ہوا ہے۔ اگرچہ اہالی محلہ کی ہمت سے خانقاہ کی جگہ ایک مسجد جامع
تعمیر ہوئی ہے۔ حضرت سید عبد الرحمٰن قلندرؒ کی مسجد بھی اسی
طرح خراب حالت میں پڑی تھی۔ لیکن کچھ دردمند مسلمانوں کی
کوشش سے آباد ہونے کو ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے
کہ ان اہم زیاراتِ مقدسہ کی جانب فوری توجہ دی جائے جو کشمیر

میں تبلیغ اسلام کے مراکز رہ چکے ہیں۔

مختصر جب سید تاج الدین ہمدانی رحؒ نے کشمیر کی حالت اور یہاں پر تبلیغ اسلام کی اشد ضرورت سے حضرت سید السادات، منبع الفیوض والبرکات، مظہر تجلیات سبحانی، علی ثانی، جناب حضرت امیر کبیر میر سید علی ہمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خط کے ذریعے مطلع فرمایا۔ تو وہ سادات، مشائخ اور علماء و فضلاء کے ایک جم غفیر کی ہمراہی میں ظلمت کدہ کشمیر میں آفتاب ہدایت کی مانند طالع ہوئے حضرت جامع الکمالات شیخ یعقوب صرفی رحؒ اس ورود مسعود کو یوں بیان فرماتے ہیں ؎

دریں رہ مرشد حقانی آمد — کہ ثانی علی ثانی آمد
علی ثانی آن سلطان عالم — علیؑ نام و ز اولاد علیؑ ہم
بہ محرم بودن راز نہانی — علیؑ مرتضیٰ را گشت ثانی
چو اسرار علیؑ از وے عیاں شد — علی ثانی رض او لقب نام از ان شد
خلافت از وے ورا بے قصور است — اگر ثانیش گو ئیمش چہ دور است
رساند در دماغ ما سحر گاہ — نسیم روضۂ من کنت مولاہ
کند آگاہ ہمت از راز درونی — کہ آمد مظہر سر سلونی
عراقش مولد و ما ختلان — کہ دارد مدفن آن قبلہ جان
ہمے گویند سبز ربع مسکون — بصورت از دو گرت کردہ افزون

بحمد اللہ کہ مارا پیشوا او ست
براہ عشقبازی مقتدا او ست

التجا بدرگاه ثانی شیر خدا حضرت امیر کبیر میر سید علی همدانی رح

(از غلام درگاه فطرت گم کرده راه)

میر همدان امیر مائی
ای سید دودمان کبرای
ای بادشه ممالک دین
ای خانقه تو کهف ایمان
داری علم از نبی بعالم
زیبد بتو این لوای احمد
اسرار نبی بتست پنهان
افگن نظری باهل کشمیر
سخت است زمانه بر سر ما
روشن ز تو نور شمع ایمان
مائیم حقیر و بی زر و زور
زاریم و نزار و خوار و بیمار
افتاده بخاک، خاک و خونیم
دینی که تو زنده کرده بودی
قومی که غنی بُد از تو، اینَدم

شاهِ دو جهان ظهیر مائی
محبوب خدای کبریائی
کن تازه نظام رهنمائی
همسایهٔ کعبهٔ خدائی
حقا که تو رافع اللوائی
چون نایب خاص مرتضائی
زان بانی دین مصطفائی
آخر نه تو پیر رهنمائی!
این دم تو ز ما جدا نشائی
زان بخیه بچاک این دو تائی
تو صاحب کان کیمیائی
غافل ز اسیر خود بنائی
آسوده ز حال ما چرائی!
صد رخنه درو شد از جدائی
آواره بکاسهٔ گدائی

ملکے کہ تو نو نہادہ بودی — غرق است بہ بحرِ مبتلائی!
بستند[3] کر اعادیٔ دین — بر ظلم و ستم زنا خدائی!
نظمے کہ میانِ قوم تو بود — شد از کفِ ما ز بیوفائی!
خوش آن نفسے کہ یادئن آرم — در ذکرِ صباحی دمائی[3]!
یک پرتوِ جلوہ بہ من کن — از نظری بہ دلکشائی

فطرت کہ غلام داغدار است
چون لالہ بداغِ بے نوائی

کالی شوری کے مندر پر جو راہب شاپور نامی تھا۔ وہ یہاں کے غریب عوام سے نذرانہ کے نام سے جبراً گراں رقومات اور جنس حاصل کرتا تھا۔ اور جو شخص اس کے چیلوں کو یہ چیزیں مہیا نہ کر سکتا۔ اس پر جن زدہ لوگوں کو مسلط کرتا رہتا۔ حضرت امیر کبیرؓ نے اپنے زور ولایت سے شاپور کو روحانی مباحث اور اظہار کشف و کرامات میں مغلوب کر دیا۔ اور وہ حلقہ بگوش اسلام[3] ہوا۔ اس کے علاوہ ہزار دل لوگوں نے حضرت امیر کبیرؓ کے وعظ و نصائح سے متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔

اندر آن دم ز زمرہ حضار — شد ہدایت بہ سی و ہفت ہزار
این سعادت زداز ازل تنویر — واسطہ درمیان امیر کبیرؓ

یعنی آن بانیٔ مسلمانی
میر سید علی ہمدانی

اس کے بعد حضرت امیر کبیرؓ نے اپنے جد بزرگوار حضرت رسول اکرمؐ

کے ارشاد باطنی سے خانقاہِ معلّٰی کی بنیاد ڈالی۔ جس کو ۸۱۶ھ میں آپ کے فرزند رشید حضرت میر سیّد محمد ہمدانی رح نے مکمل فرمایا۔ حضرت شیخ نورالدین نورانی رح جیسے بزرگوار اس خانقاہِ فیض پناہ کی تعمیر میں مزدوری کا کام انجام دیتے رہے۔ اربابِ نظر اس خانقاہِ عالیہ کو کعبۂ ثانی تصوّر کرتے ہیں۔

خانقاہ است این مکان یا مسجد اقصیٰ است این

حضرت میر سیّد محمد ہمدانی رح نے ہی حضرت شیخ نورالدین نورانی رح کو خطِ ارشاد عطا فرما کر اپنے مریدوں کے زمرہ میں داخل کیا۔ یہ خطِ ارشاد سیّد تاج الدین ہمدانی رح کی اولاد میں سے میر اکبر کے گھر میں موجود تھا۔ چونکہ میر اکبر کے فرزند میر غلام محمد ہمدانی کو بابا عبد الصمد قادری پچھل کے خاندان نے شادی کے سلسلہ میں یارقند بلا لیا تھا۔ اور اُن کے دوسرے بھائی میر فدا محمد ہمدانی اُن کے پیچھے یارقند جاتے ہوئے کوہ قراقرم پر سردی کی شدت سے انتقال فرما گئے تھے۔ بدیں وجہ اس خاندان میں صرف ایک ہی صاحبزادی رہ گئی تھی۔ جو جناب میر علی صاحب منطقی کلاشپوری کے عقد میں آئی تھی اُن کے بطن سے جناب میر فاضل شاہ صاحب منطقی اس وقت موجود ہیں۔ اور یہ خطِ ارشاد اُن کے پاس موجود ہے۔

سیّد تاج الدین ہمدانی رح کی اولاد اجداد میں سے میر فاضل ایک صوفی منش بزرگ گذرے ہیں۔ وہ صاحب ذوق سماع تھے۔ اور خانقاہ

معلیٰ میں شب قدر کی تقریب پر لوگوں کا ہجوم تھا۔ مولود خوان نے کشتگانِ خنجر تسلیم را۔ کا شعر شروع کیا۔ لیکن غالباً دوسرا مصرعہ (ہر زمان از غیب جانے دیگر است) یاد نہ آنے کی وجہ سے پہلا ہی مصرعہ کئی بار پڑھا۔ میر فاضل پر جذب و حال کا عالم طاری ہو گیا۔ اشارہ سے طشت منگوائی۔ جگر کا خون تھوکا اور واصل بحق ہو گئے۔ ؎

چندین ہزار بے دل بر بوی آن سعادت
دل ہا نثار کردند، جا ہا بباد دادند

خانقاہ معلیٰ کے سنگین ڈیوڑھی کے بائیں طرف، جو راجہ پردرشین کے زمانے سے آج تک بدستور موجود ہے۔ اور کالی شوری مندر کے ساتھ ہی ۲۰۰۱ ب جو میں تعمیر ہوئی تھی۔ میر فاضل شہید کے مرقد کا کھڑہ موجود تھا۔ اب غیر لوگوں نے اس پر قبضہ جما لیا ہے ؎

بس نامور بزیر زمین دفن کردہ اند
کز خاک شان بروی زمین یک نشان نماند

میر فاضل کے بعد میر خالق، میر سلیمان، میر محمد، میر عمر یکے بعد دیگرے خانقاہ معلیٰ کے سجادہ نشین رہے ہیں۔ میر حیدر افسر محا ہے تھے۔ آپ کے فرزند میر علی شاہ صاحب ہمدانی جن کا شرف ملاقات راقم کو بھی حاصل ہوا ہے۔ نہایت مخلص اور خود دار بزرگ تھے۔ اُن کے فرزند صلاحیت آثار میر حسین صاحب ہمدانی موجود ہیں۔*

*محلہ کی سرکردگی خانقاہ معلیٰ کے خدام کی دستار بندی انہی کے ہاتھ سے ہوتی ہے۔

میر عمر کے فرزند کلاں حافظ میر حسین، اُن کے فرزند حافظ میر اکبر اور آپ کے دونوں فرزند میر غلام محمد اور میر فدا محمد یارقند میں بچھیل حضرات کے ہاں مقیم رہے ہے۔ راقم نے سفر یارقند کے دوران میر غلام محمد ہمدانی کے فرزند میر احمد ہمدانی کو دیکھا ہے۔ آپ یارقند میں اسلم اخوند کے داماد تھے۔ اور ادارہ شرعیہ کے مفتی تھے۔

آپ کے پاس جاگیر کے پٹہ جات، شاہان کشمیریہ کے سندات وغیرہ موجود تھیں۔ وہ قونصل انگلشیہ کے ذریعے اپنے حقوقِ تولیت کے دعوٰی دار تھے۔ ان سندات کی راقم کے پاس نقول موجود ہیں۔

میر عمر کے دوسرے فرزند میر عبداللہ تھے۔ اُن کے فرزند میر محی الدّین تھے۔ میر محی الدّین کے فرزند میر غلام نبی ہمدانی کے فرزند میر عبدالغنی صاحب نہایت ہی صلاحت آثار موجود ہیں۔

آپ کے چھ فرزند ہیں۔ سید علی محمد ہمدانی۔ سید غلام نبی ہمدانی سید محمد یاسین ہمدانی۔ سید محمد اشرف ہمدانی۔ سید شہاب الدین ہمدانی اور سید محمد حسین ہمدانی۔

میر عمر کے تیسرے فرزند میر بہاؤالدّین تھے۔ اُن کے دو فرزند میر علی اور میر محمد شاہ تھے۔ میر علی کے دو فرزند میر محمد یاسین ہمدانی اور میر احمد شاہ ہمدانی موجود ہیں۔

میر فاضل مذکور کے دوسرے بھائی میر افضل کے دو فرزند

میر محمد فاروق اور میر محمد صابر تھے۔ میر محمد فاروق خانقاہ معلیٰ کے سجادہ نشین اور متولی تھے۔ جاگیر کے انتظامات کے سلسلے میں وہ قصبہ ترال میں مقیم ہوئے۔ اُن کی ذریت وہیں پر موجود ہے۔

میر محمد صابر کے اکلوتے فرزند عارف باللہ میر محمد منورؒ نہایت متقی اور خدا دوست بزرگ تھے۔ اپنی ساری عمر ریاضات شاقہ میں گذاری۔ آپ کے فرزند صالح میر میرک ہمدانی مقامات سلوک میں کامل تھے۔ آپ نے شاہ ولی اللہ زنگیرؒ کی بیعت حاصل کی تھی۔ رمل جفر اور تعویز نویسی میں ید طولی رکھتے تھے۔ عربی خط نہایت ہی پاکیزہ تھا۔ آپ کے لکھے ہوئے کلام اللہ عربی خط کا بہترین نمونہ ہیں۔ اس وقت جبکہ ذرائع آمد و رفت محدود تھے۔ آپ طلب پیر کی غرض سے لیز چھتر کلکتہ تشریف لے گئے تھے۔ آپ کے تین فرزند اور دو صاحبزادیاں تھیں۔ سب سے بڑے فرزند حافظ میر محمد شاہ تھے۔ جنہیں حصن حصین کا ورد معہ رموز حفظ تھا۔ شاہ عبداللہ (میر واعظ مولوی محمد یحییٰ صاحب کے اُستاد) کی صاحبزادی ان کے عقد میں تھی۔ آپ کی ایک صاحبزادی برادرم حاجی سید محمد یاسین گیلانی اور دوسری صاحبزادی میر اسداللہ گیلانی ملارٹی کے عقد میں تھی۔ آپ کی کوئی نرینہ اولاد نہیں ہوئی۔

میر میرک ہمدانی کے دوسرے فرزند حافظ میر محمد یوسف ہمدانی حسن و جمال میں یوسف ثانی تھے۔ آخوند ملا محی الدین صاحب قلاشپوری سے فارسی تعلیم پائی تھی۔ آپ حافظ کلام اللہ تھے۔ عربی کی تعلیم

مولانا صدرالدین وازہ پوری سے پائی۔ فن تکسیر۔ رمل۔ جفر اور صد در صدر نویسی میں شہرۂ آفاق تھے۔ شطرنج میں ماہر خصوصی تھے۔ شطرنج بازی میں آپ کا ایک کارنامہ کشمیر بھر میں مشہور ہے بنگال کا ایک مشہور شاطر سیر و سیاحت کی غرض سے کشمیر آیا ہوا تھا۔ اُس نے یہاں شطرنج کھیلنے کی خواہش ظاہر کی۔ لوگوں نے میر یوسف ہمدانی کو اس کے ساتھ کھیلنے پر مجبور کیا۔ بنگالی شاطر نے میر یوسف کو کمسن دیکھکر ازراہ تمسخر کہا کہ اس بچے کو کیا لائے ہو یہ تو کچا ہوگا۔ میر یوسف نے جواب دیا ؎

خام چون پختہ شود پختہ چو خام است این جا

پھر بنگالی شاطر نے غرور سے کہا کہ بچہ اب تو ہی بتا تجھے کونسی مات دوں۔ میر یوسف نے جواباً کہا ؎

پیادہ چون شود فرزین براہ کجروی گردد

اور کچھ ہی منٹ میں بنگالی شاطر کو پیادہ مات سے ہرادیا۔ سینکڑوں لوگ اُس وقت وہاں پر موجود تھے۔ اور انہوں نے پورے اعزاز کے ساتھ میر یوسف کا جلوس نکالا۔

میر یوسف ہمدانی کے جانشین ~~دوست~~ تھے پیر عزیز اللہ حقانی خواجہ عزیز اللہ عطر کش۔ عزیز بابا صاحب بانگی۔ عزیز اللہ صاحب مناری یہ سب صاحبانِ ذوقِ سلیم تھے۔ پیر عزیز اللہ صاحب حقانی ایک صاحب حال بزرگ اور بلند پایہ شاعر تھے۔ عزیز بابا صاحب

حافظ وقت تھے۔ پہلے تو وہ شیخ عبد الغفور صاحب لبز بگ کے مرید تھے۔ زہد و پارسائی میں معروف تھے۔ بعد میں ایک پنجابی قلندر رنذیر مست نے اُسے مستانہ بنا دیا۔ اس وجہ سے میر یوسف کی صحبت کا حلقہ صوفیانہ تھا۔ اکثر اوقات آپ کے ہاں مشاعرے ہوا کرتے تھے۔ میر یوسف ہمدانی بذلہ سنج بھی تھے۔ ایک دفعہ غریب شاہ نواب بازاری کے گھر میں خواجہ معین الدین اجمیریؒ کے عرس کی تقریب پر قوالی کی محفل گرم تھی۔ عزیز اللہ مناری اور میر یوسف ہمدانی بھی مدعو تھے۔ وہاں پہنچے تو مجلس کھچا کھچ بھری پڑی تھی۔ تل دھرنے کی جگہ باقی نہ تھی۔ میر یوسف ہمدانی کو دیکھکر اہل محفل نے اُن کے لئے تو جگہ بنا دی۔ لیکن عزیز اللہ مناری کو ٹاور پر جگہ مل گئی۔ وہ اب اونچی جگہ پر مقام پانے پر طنزاً میر یوسف سے مخاطب ہوا ؎

بر منارہ نشست مناری

میر یوسف نے فی البدیہ کہا ؎

ہمچو خرس خبیث تاتاری

آپ کبڈ نامہ۔ کاہل نامہ، زلزلہ نامہ اور دہقان نامہ کے مصنف تھے۔ لیکن آپ کی جوان مرگی پر آپ کے والد نے یہ سب کتابیں جلوا دیں۔ آپ خطاطی میں بھی مشہور تھے۔ اور سات قسم کے خط جانتے تھے۔ آپ چھبیس ۲۶ سال کی عمر میں اس جہان فانی سے رحلت فرما گئے۔ آپ کے انتقال پر ملال پر کشمیری شعراء نے بیشمار مرثیے لکھے جو زبان زدِ

خاص و عام ہیں۔ مگر جو مرثیے آپ نے بیماری کے ایام میں خود تحریر فرمایا۔ وہ زہرہ گداز ہے ؎

مرگہ پیا دس کنہہ زانتھم نہ بات — اسپ اجلن کیھو کرنی مات!
کشت دیوتنے در گور خانہ — میر یوسف ماہِ تابانہ

یوں تو بظاہر آپ کا کوئی خلف نہیں۔ مگر راقم کو معنوی فرزند ہونے کا فخر حاصل ہے ؎

در خبر آمد از رواتِ ثقات — از رسولِ خدا علیہ صلات
ولدے کو کہ آمد است حلال — یشبہ العم او یمیل الخال

چنانچہ رندی و سرمستی میں راقم کو جو کچھ بھی حاصل ہوا ہے۔ آپ ہی کی وراثت ہے ؎

درد و سوزے کہ رہین جانِ من است — شعر گرمے کہ بر زبانِ من است
بوراثت ز خالِ خود دارم — مایہ نقدِ حالِ خود دارم

میر یوسف کے انتقال کے بعد سنہ ۱۳۱۶ھ میں ۱۷ جمید الاول کو راقم نے اس محنتکدہ دنیا میں جنم لیا۔ میرے نانا میر مبرک ہمدانی کی تجویز پر میرا نام مبارک رکھا گیا۔ اور ایک صوفی منش بزرگ مولانا خیر اللہ نے اختر قاید سے میرا سال تولد نکالا۔ یہ نیک سیرت بزرگ پنجاب کے تھے۔ لیکن رہائش میر مبرک ہمدانی کے ساتھ کرتے۔ آپ بھی خطاط تھے۔ آپ کے دستخط کی فتحات کبرویہ راقم کے پاس موجود ہے۔ اور خطاطی کا ایک اعلٰی نمونہ ہے ؎

دنیا خوابے است کش علام تعبیر است | صید اجل است اگر جوان و پیر است!
ہم رُوی زمین پر است ہم زیر زمین | این صفحہ بہر دو طرف نگر تصویر است

سنہ ۱۳۱۷ھ میں میر میرک ہمدانی کا انتقال ہوا۔ آپ کا سالِ وفات ذیل کی رُباعی سے نکلتا ہے ؎

فرخندہ پیرے، بدرِ منیرے | روشن ضمیرے از بزم سادات
سالِ وفاتش خواندہ عیاش | شد میر میرک با اہلِ جنات!

میر میرک ہمدانی کے تیسرے فرزند میر احمد شاہ صاحب ہمدانی تھے۔ آپ فہم و فراست میں بے عدیل تھے۔ نشست و برخاست میں خوش وضع اور خوبصورتی میں بے نظیر تھے۔ آپ کی پہلی شادی خاندان ہی میں میر محی الدین ہمدانی کی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ اس ساجدہ کے بطن سے آپ کی صرف ایک لڑکی رہ چکی تھی۔ اس خاتون جنت کے قضا ہونے کے بعد آپ نے میر احمد شاہ صاحب منطقی فرزند میر سید حسن منطقی کی بیوہ خاتون کے ساتھ شادی کی۔ جو میر محمد یوسف شاہ صاحب متولی قلاشپوری کی صاحبزادی تھی۔ اُسے اپنے سابق شوہر میر احمد شاہ منطقی کا ایک ربیب بچہ مسمی میر سیف الدین منطقی ساتھ تھا۔ اُسکی شادی میر احمد صاحب ہمدانی کی صاحبزادی سے ہوئی۔ جو شادی ہوتے ہی رحلت کر گئی۔ بعد میں میر سیف الدین منطقی کا نکاح راقم الحروف کی ہمشیرہ کے ساتھ ہوا۔ اور اس سے ایک فرزند رشید سید نذیر احمد منطقی موجود ہے۔ اس وقت زیر تعلیم ہے۔ خدا اُسے علم و عمل کی

دولت سے نوازے آمین۔

میر احمد ہمدانی راقم کے مشفق ماموں تھے۔ میری تربیت اور تعلیم میں آپ کا بڑا حصہ ہے۔ آپ پچاس ۵۰ سال کی عمر تک میرے والد مرحوم سید غلام الدین قادری گیلانی کے ساتھ ایک ہی گھر میں رہائش فرماتے تھے۔ اس وجہ سے آپ کی توجہ میری تعلیم و تربیت کی طرف زیادہ منعطف رہتی۔ میرے نانا سید میرک ہمدانی نے عمر کے آخری حصے میں خواجہ قاسم صاحب بکھلی دال کی ہمشیرہ نکاح میں لائی تھی۔

چونکہ انہیں کوئی اولاد نہیں تھی۔ اسلئے راقم کو متبنیٰ کر دیا تھا۔ چنانچہ باضابطہ ایک دستاویز میں میرے نام پر اپنا حصہ ہبہ کر دیا تھا۔ اسی وجہ سے میں گھر کا لاڈلا تھا۔ اکثر اوقات مجھ سے گستاخیاں سرزد ہوتی تھیں۔ میرے ماموں میر احمد غیور تھے۔ وہ اس خیال سے مبادا کہ میرے اخلاق خراب ہوں مجھکو بری طرح سے مارتے، کوستے۔ مجھے اس وقت بھی برابر یاد ہے کہ میری والدہ ماجدہ پر بشریت کی وجہ سے ناگوار گذرتا۔ پھر آپ اپنی ہمشیرہ محترمہ کی خاطر داری کیلئے مختلف قسم کے تحفے تحایف دیکر مجھکو خوش رکھنے کی کوشش فرماتے۔ میں بچپن میں ان تحایف کے لالچ سے اور بھی شوخیاں عمل میں لاتا۔ اور وہ بدستور خلوص نیت سے مجھ کو پھر مارنے پیٹنے۔ یہاں تک کہ مجھ کو پھر تحایف حاصل کرنے کا مفت موقع ملتا۔ سبحان اللہ کیا وقت تھا۔ کون سے نیک نیت اور خوشدل

لوگ تھے۔ ؎

خوشا وقتے کہ مردم مردم بے سایہ را دیدند
عجیب است این زمان گر سایۂ مردے شود پیدا

دوسرے نکاح میں آپ کا ایک ہی خلف صالح، جوان بخت میر سید محمد طیب ہمدانی بوجود آیا ہے۔ خدا تعالیٰ انہیں موجود رکھے۔ آمین

میر طیب ہمدانی کے عقد میں میر سید غلام الدین بیہقی خالواری کی صاحبزادی ہے۔ الی الحال نرینہ اولاد میں سے میر سید مشتاق ہمدانی بوجود آیا ہے۔ جو نہایت ہی ہونہار ہے۔ خدا تعالیٰ اس کی صحت درست فرمائے "عمرہ اللہ و ابقاہ" میر طیب شاہ شکل و شباہت میں اپنے والد سے ملتے جلتے ہیں، خوبرو، خوشخو اور خوش اخلاق ہیں۔ فہم و فراست میں یکتا ہیں۔

یارب ز چشم زخم زمانش نگاہدار۔ آمین

میر فطرت کاشمیری

کاتب:۔ قاضی محمد حسین ولد قاضی نظام الدین مرحوم غفر اللہ لہٗ ساکن کوٹلی پورہ ضلع خانیار

ذکرِ ساداتِ گیلانیہ کشمیر

سادات گیلانی خانیار ۱۰۹۵ھ میں کشمیر وارد ہوئے ہیں۔ اور یہ اورنگ زیب عالمگیر کی حکومت کا زمانہ تھا۔

سید شاہ ابوالحسن قادری۔ سید شاہ محمد فاضل قادری دونوں سگے بھائی۔ جدّ بزرگوار کے ارشاد غیبی سے یہاں تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ آپ کے احباب، اصحاب اور خدام و چاکر تھے۔ آپ نے عیدگاہ میں اپنا رخت اقامت ڈالا۔

صاحبِ تاریخ اعظمی لکھتے ہیں۔ قریباً صد کس از اہل و عیال خادمان و ملازمان در ظلِ عاطفتش می گذرانیدند۔

آپ کی خدمت میں جو ہدایا اور تحایف جمع ہوتے، نمازِ جمعہ کے بعد ان کو فقراء میں بانٹتے۔ جو کچھ ملتا غریبوں میں تقسیم فرماتے۔ چنانچہ آپ کشمیر میں سخی شاہ فاضل کے نام سے مشہور ہوئے۔ اعیان شہر آپکے مرید و معتقد ہوئے۔ خواجہ عبدالقادر زہ ہونے آپکو اپنی زمین معہ ایک حویلی کے خانیار میں پیش کی۔ بابا عثمان قادری۔ خواجہ عبدالرحیم قادری۔ خواجہ محمد مراد ننگ (خواجہ محمد اعظم دیدہ مری کے مرشد) آپ کے مریدوں کے زمرہ میں داخل ہوئے۔ مؤرخوں نے آپ کے حالات و مقامات لکھے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب تاریخی صحت و ثبوت سے

حضرت سیدنا شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ سے جاملتا ہے۔ بدین واسطہ۔

سید شاہ محمد فاضل فرزند سید عبداللہ بن سید محمود بن سید عبدالقادر ثانی بن عبدالباسط بن شاہ حسین بن شہاب الدین احمد بن شرف الدین یحییٰ قاسم بن محی الدین یحییٰ ثالث بن بدرالدین حسن بن علاءالدین علی بن شمس الدین ابو محمد عبداللہ بن سیف الدین ذکریا یحییٰ ثانی بن ظہیر الدین ابو سعود احمد بن محی الدین میر ابو نصر محمد بن عماد الدین حضرت میر ابو صالح نصر بن عبدالرزاق بن حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

آپ کا ذکر کشمیر کی تاریخوں میں تفصیل کے ساتھ درج ہے۔ یہاں نقل کی گنجائش نہیں۔ صاحب تحفۃ الفقرا شیخ محمد مراد ٹنگ نے شاہ محمد فاضل قادری سے اجازت قادری حاصل کی۔ اور آپ کے چشم دید حالات وکرامات کا ذکر تاریخ میں درج فرمایا۔ خواجہ بہاءالدین صاحب متو لکھتے ہیں ؎

اے بہا خیز و مشکباری کن ۔۔۔ رو بسادات خانہ زاری کن
سیدے کو کہ بصد جلبلی بود ۔۔۔ آنکہ زاولاد شاہ جیلی بود
یعنے اندر نسب بجھنا نی ۔۔۔ میرسد تا بہ شاہ جیلانی رح

تاریخ باغ سلیمان۔ خزینۃ الاصفیا، تاریخ شیخ محمد مراد ٹنگ مسمی بہ تحفۃ الفقراء، تاریخ اعظمی، تاریخ حسن، تاریخ کبیر کشمیر،

تاریخ... شیخ رجب تاریخ رشیدی، نظام الوقایع تاریخ منظوم سید صدرالدین مفتی اعظم سوپور، تاریخ اقوام کشمیر ہر دو جلد میں تاریخ سید محبوب شاہ داتوی حفظ المریدین منظوم بطرز درالمریدین تصنیف سید احمد شاہ صاحب ہبہواری، اخبار الاخیار ذکر سادات گیلانی خانیار مولفۂ فطرت میں آپ کی اولاد امجاد کا ذکر بالاستیعاب درج ہے۔ فمن شاء فلیطالع۔

یہ خاندان بغداد شریف سے حماۃ میں آیا ہے۔ حماۃ سے سید عبدالقادر ثانی علاقہ سندھ سکھر بکھر حدود ٹھٹھ میں آئے ہیں۔

حماۃ سے آپ کے سندھ میں آنے کی وجہ یہ ہوئی کہ سندھ میں ٹھٹھ ایک مشہور شہر تھا۔ جہاں علوم وفنون کے دریا بہتے تھے۔ اور دور دور سے لوگ تعلیم حاصل کرنے کے لئے وہاں آیا کرتے تھے۔ کپتان الیگزنڈر ہملٹن ۱۶۹۰ء کے سفر میں جب یہاں پہنچا تو اُس نے اپنے سفرنامے میں اُس شہر کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ اس شہر میں فقہ، فلسفہ اور دینیات کا خوب چرچا ہے۔ ان علوم میں لڑکوں کو تعلیم دینے کے لئے قریباً چار سو مدرسے موجود ہیں۔ کپتان صاحب کہتے ہیں کہ ٹھٹھ دریائی سندھ سے دو میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ نہروں اور نالیوں کے ذریعے شہر میں باغات کو پانی بہم پہنچایا جاتا ہے۔

جہاں تک راقم کا تجربہ ہے۔ یہی وجہ ہوئی ہے کہ یہ سادات

کرام چونکہ اہل علم تھے۔ حماًّ سے ٹھٹھ میں آئے۔

سید عبدالقادر ثانی کے تین فرزند تھے۔ سید محمد محمود۔ سید نورالدین۔ سید عبدالکریم۔

سید محمد محمود کے تین فرزند تھے۔ سید عبداللہ۔ سید محمد حسن۔ سید احمد۔

سید عبداللہ کے دو فرزند تھے۔ سید شاہ ابوالحسن پشاوری۔ سید سخی شاہ محمد فاضل قادری خانیاری۔

سید شاہ ابوالحسن پشاوری کے تین فرزند تھے۔ میر زین العابدین سلطان پوری۔ سید شاہ محمد غوث لاہوری۔ سید علی لاہوری۔

سخی شاہ محمد فاضل قادری خانیاری کے چار فرزند تھے۔ سید عبدالقادر معروف میر بادشاہ۔ سید وزیرالدین۔ سید لطف اللہ۔ سید فضل اللہ اور دو صاحبزادیاں۔

سید شاہ ابوالحسن قادری جد بزرگوار کے باطنی ارشاد سے واپس پشاور تشریف لے گئے۔ بعض مؤرخ آپ کی وفات کشمیر ہی میں قرار دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ چھ مہینے کے بعد آپ کی نعش مبارک پشاور میں دفنائی گئی۔ لیکن صحیح خبر یہی ہے۔ کہ آپ پشاور ہی میں وفات پا گئے۔ اور وہیں مدفون ہیں۔ آپ کی زیارت حسن بادشاہ کے نام سے پشاور

میں مشہور ہے۔ اور آپ کے فرزند سید شاہ محمد غوث لاہور کے محلہ مزنگ میں مقبور ہیں۔ یہ زیارت گاہِ عام ہے۔ راقم نے شرف زیارت لاہور میں حاصل کیا ہے۔

سید عبدالقادر ثانی مذکور کے دوسرے فرزند سید نورالدین مذکور کے فرزند سید احمد تھے۔ آپ کے فرزند سید یوسف آپ کے فرزند سید عبدالمجید آپ کے فرزند سید ابوالبرکات شاہ محمد یوسف تھے۔ آپ سب شہر ٹھٹھ میں مدفون ہیں۔ سید شاہ محمد یوسف کے چار فرزند تھے۔ سید ابوتراب۔ سید محمد محمود سید محمد تقی۔ سید خلیل الدین۔

اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ سید شاہ محمد فاضل قادری خوخانیار میں سکونت پذیر تھے۔ آپ نے یہاں سادات مغلیہ میں سے نکاح کیا تھا۔ صاحب بنین و بنات ہوئے۔ بڑے بیٹے سید میر بادشاہ کے عقد میں میر شمس الدین نوشہری کے فرزند میر خداداد کی صاحبزادی آئی۔ اور اپنی دو صاحبزادیوں کے واسطے آپ نے کفاءت نسبی کے سلسلے میں ٹھٹھ سے اپنے دو ہمشیرہ زادے سنہ ۱۱۰۶ھ میں بلا لئے۔ یہ آپ کے چچیرے بھائی شاہ ابوالبرکات محمد یوسف کے فرزند گرامی تھے۔ سید شاہ محمد محمود۔ سید شاہ محمد تقی۔

سید ابوالبرکات شاہ محمد یوسف گیلانی سید شاہ محمد فاضل کی درخواست پر ٹھٹھ سے سنہ ۱۱۰۶ھ میں کشمیر آئے۔

آپ کے ساتھ خدام وخدم کے علاوہ آپ کے تین صاجزادے تھے سید ابوتراب۔ سید شاہ محمد محمود۔ سید شاہ محمد تقی۔

شاہ محمد فاضل قادری کی دو صاجزادیوں کا نکاح سید شاہ محمد یوسف گیلانی کے دو فرزندوں کے ساتھ باندھا گیا۔ نکاحنامہ شیخ محمد مراد ٹنگ مؤرخ کشمیر نے لکھا جس کا ذکر انہوں نے تحفۃ الفقرا میں بھی کیا ہے۔

سید شاہ محمد یوسف اپنے فرزند سید ابوتراب کے ساتھ واپس ٹھٹھ تشریف لے گئے۔ اور اپنے دونوں فرزندوں سید شاہ محمد محمود اور سید شاہ محمد تقی کو خانیار کے میرہ محلہ میں چھوڑ گئے سید شاہ محمد تقی، میرہ مسجد کے محلہ سے نکلکر ریاضت ٹنگ میں ساکن ہوئے۔ ان کی اولاد وہیں آباد ہے حافظ۔ میر سید محمد مقبول وظیفہ خوار نظام حیدرآباد آپ کی ہی اولاد امجاد سے نہایت ہی عالم و فاضل بزرگ گزرے ہیں۔ مثنوی فطرت میں جہاں راقم نے اپنے آباو اجداد کا ذکر کیا ہے۔ وہاں یہ اشعار بھی تعارف کے سلسلے میں آئے ہیں۔

پدرم نام من مبارک کرد	تاج علم و ہنر تبارک کرد!
نام نامیش بد غلام الدین	پدرش بود شد وزیر الدین!
پدر اوست شہ نظام الدین	بود فرزند شاہ نور الدین!
پدرش شہ بلوک شیخ زمان	منزوی گشتہ بود زاہل جہان

ته کوہے کہ غارِ عبد شکور | ہست در زینہ گیرہ بس مشہور
مرقدِ پاکِ او براہِ گذر | ہست رخشندہ بر کنارِ او لر
قریہ زیرہ منز نام دہ ہست | مسکن و مدفن و مقامِ شہ ہست
پدرش شہ محمد محمود | بود مقبول بارگاہِ ودود
آمد از شہر ٹھٹھ سوی کشمیر | با خدام و خدم بجسم غفیر!
گشت دامادِ شیخ دین فاضل | کہ سخی بود و سالک کامل
مسکنِ خویش خانیار نہاد | رحمت حق بروح ایشان باد
مدفن جملہ خانیار بود | مرجعِ اہل روزگار بود
کاشمیر از ورود این سادات | یافت از موی غوثِ حق برکات

بیشک این خانوادۂ آزاد
یادگارے است از شہ بغداد

شاہ محمد فاضل قادری کے فرزند سید عبد القادر معروف بہ میر بادشاہ کے فرزند سید محمد محمود کے فرزند سید شاہ غلام الدین آزاد خانیاری تھے۔ آپ اپنے خاندان میں ہر لحاظ سے مافوق تھے۔ عالم فاضل، عارف سالک اور شاعر تھے۔ آزاد تخلص رکھا تھا۔ آپ اپنے وقت میں عدیم البدل تھے۔ خواجہ شاہ نیاز احراری سید جلال الدین مشتاق محدث خانیاری آپ کے ہمعصر شاعر تھے۔ اور آپ کے ہمنشیں تھے، مگر سب مشق سخن کرتے۔ مگر ان میں جو درجہ آزاد کی شاعری کو تھا۔ آپ کی خود کلام سے ظاہر ہے۔

وہ خود آپ کے

منقبت میں تغزل شاذ و نادر ہی ملا کرتا ہے۔ لیکن آپ جب اپنے جدّ بزرگوار کی منقبت لکھتے ہیں۔ تو تغزل کا عاشقانہ رنگ اس میں ظاہر فرماتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:۔

من غلام شاہ جیلی و ز غم آزادم | مست و مدہوش دریں دیر خراب آبادم
چاک در سینہ ز زخم نگہ یار بود | ہمچو گل در چمن باغ جہاں دلشادم
ہمچو نے باعث سوراخ تنم شد نغمہ | گشت ایں قالب فرسودہ بجان یادم
ساقیا دیدہ پُر از بادۂ خوناب جگر | میکند نغمہ پرسوز بلبب فریادم
پیر من مرشد من قبلہ من کعبۂ من | ہست آن شاہِ زمن راہبر و استادم
بر سر کوچہ و بازار بآواز بلند | گردد این شعر ہمیشہ بزبان اورادم

قادری ہستم و غوث الثقلین پیر من است
سگ آن شاہم و این سلسلہ زنجیر من است

آپ نے اپنے جدّ بزرگوار سخی شاہ محمد فاضل قادری کے مرقد پر انوار پر زیارت گاہ اور خانقاہ گیلانیہ تعمیر کی۔ اور اُسے اپنی زندگی ہی میں مکمل کر کے خود تاریخ لکھی ہے

سال تاریخ این بنا آزاد | گفت شد خانقاہ گیلانی ۱۱۸۲ھ

آپ کا کلام راقم آثم کی نظر سے گزرا ہے۔ ناصر علی کی طرز کا کلام ہے آپ کا دیوان خواجہ محمد امین صاحب داراب کے کتب خانہ میں مقفل پڑا ہے۔

اس وجہ سے عام لوگ آپ کے طرز کلام سے کلیتاً نابلد ہیں۔

راقم نے یہ دیوان حاصل کرنے کے لئے جان توڑ کوشش کی لیکن مل نہ سکا۔ آپ کی درد و سوز سے بھری ہوئی رباعیاں موسیقی کشمیر میں گائی جاتی ہیں ؎

یارب لبشر سکِ گرم دخونین جگرے
وز چشم ترحم سوی عاصی نظرے
گر نقد کرم جنس گنہ میخواہد
این جنس بر از بندہ ندارد دگرے

کشمیری زبان میں بھی آپ کی غزلیں ۔ نعتیں اور منقبتیں مشہور ہیں۔

غم تھاولے تے دل فھولے مثل بہار | شیخ عبدالقادرس کر زارہ یار
لاگ اَبلبل بر رخ آن گلعذار | شیخ عبدالقادرس کر زارہ یار

اپنے جدّ امجد شیخ فاضل قادری کی عقیدت میں فرماتے ہیں۔

جوشس زد سیل بلا سید فاضل مددے

آپ کے اکلوتے فرزند سید شاہ بزرگ تھے ۔ سردار محمد عبداللہ خان آپ کا مرید خاص تھا۔ انہی کے وقت میں محبوب سُبحانی شیخ سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا موی مقدس کشمیر میں رونق افزا ہوا ہے۔

سید جلال الدین مشتاق نے (جو سید غلام الدین آزاد کے داماد تھے) دو سال موی مبارک کی نشاندہی فرمائی ۔ اس کے بعد نندہ بانو صاحب پاپنوری جو سید شاہ بزرگ کے مرید دل میں عابد تھے ۔ موی مبارک کی نشاندہی کے لئے مقرر ہوئے۔

سید شاہ بزرگ کا اقتدار حکام وقت میں روز افزوں ہوا۔ افغان حکومت نے آپ کے کمالات عالیہ دیکھکر جاگیر مقرر کی۔ آپ کے فرزند برومند سید حسن اور سید علی تھے۔ دونوں بزرگوار لاولد رحلت کر گئے۔

سید حسن بڑے اولوالعزم بزرگ تھے۔ سید حسن آپ ہی کا کارِ حسن تھا۔ سکھوں کے دور تظلم میں خانقاہ معلیٰ کی واگذاری آپ ہی کی کرامت تھی۔ آپ شب برات میں راہ پیمائی آخرت ہوئے ہیں۔ آپ اپنے جدّ بزرگوار سخی شاہ محمد فاضل کی طرح بیحد سخی تھے۔ جو کچھ ملتا تھا۔ مساکین و فقراء میں بانٹ دیتے۔ ایک دفعہ خلعت شاہی میں آپ کو ایک زرین چوغہ ملا ہوا تھا۔ اس وقت اس کی قیمت پندرہ سو روپے تھی۔ سائل نے الحاح کیا۔ خرچ بردار ملازم سامنے نہ تھا۔ جیب بھی خالی تھی۔ تو اسی چوغہ سے فقیر سائل کی دلجوئی فرمائی۔ ہندو و مسلمان سبھی آپ کی خدمت میں رہا کرتے۔ اور ظاہری و باطنی فیوض سے اپنا دامن بھر لیتے۔ آپ کی تاریخ ایک ہندو شاعر نے لکھی ہے:

شب بود شب برات و تار بخش دل ۔۔۔ با آہ و فغاں گفت

آزاد شد آن بزرگ سید ۔ زوجود ۔ درروز حسن ۱۲۳۳ھ

آپ کا مرقد استھان کے ابتدائی دروازے سے داخل ہوتے ہی شرق رویہ بائیں طرف واقع ہے۔ سنگ مرقد پر جلی حروف سے تاریخ لکھی ہوئی موجود ہے۔ سید غلام الدین آزاد کی اولاد امجاد کا

سلسلہ نسب یہیں پر ختم ہوتا ہے۔ سید بزرگ شاہ مذکور کی صاحبزادی میر سیّد محمود بن میر ولی اللہ ساجیکوٹی بن میر فقیر شاہ بن سید زین العابدین سلطان پوری فرزند کلاں شاہ ابوالحسن لپشاوری کے عقد میں آئیں۔ اور سیّد محمد محمود مذکور خانہ داماد اور سجادہ نشین مقرر ہوئے۔ آپ کے بعد آپ کے فرزند میر سید یاسین قادری سجادہ نشین ہوئے۔ جن کے حالات زبان زد عوام و خواص ہیں ان آپ کے اکلوتے فرزند میر سیّد احمد تھے۔ جو سجادہ نشینی سے پہلے ہی رحلت کر گئے۔

میر سید احمد کے فرزند جلیل القدر میر سید حسن قادری تھے۔ آپ نے خاندان گیلانیہ کو اپنے اخلاق حسنہ سے فروغ بخشا۔ ایسے ارباب فضایل کے ذکر لکھنے کے لئے بڑے دفتروں کی ضرورت ہے۔ اور میں بخوف طوالت اس لیئے ترک کرتا ہوں۔ کہ یہ تاریخ ابھی تک کشمیر کے بچوں تک کو بھی معلوم ہے۔

بلند پایہ شاعروں اور مورخوں نے ان کے حالات زندگی قلمبند کیئے ہیں حکومت کی تاریخ میں ان کے کارنامے درج ہیں۔

کہ بتحریر دیگر آوردن ہست تحصیل حاصل کردن

راقم آثم کو آپ کا نیاز حاصل ہے۔ میرے والد مرحوم سید شاہ غلام اللہ دین قادری کے معتقد تھے۔ جن دنوں میں میرے والد مرحوم خانیار ہی کے میرہ محلہ میں ساکن تھے۔ دونوں بزرگ صبح و شام ایک جگہ رہا کرتے

آپ کے اخلاق وعادات نہایت برجستہ تھے۔

میر سید حسن سجادہ نشین خانیار کے مراثی متعدد شاعروں نے لکھے ہیں۔ ان میں سے خواجہ امیر الدین امیر کا مرثیہ زہرہ گداز ہے۔ اور بلحاظ شاعری برجستہ ہے۔ خوف طوالت سے نقل نہ کرسکا۔

راقم الحروف فطرت نامہ سیاہ نے خاندان گیلانیہ کے دو تذکرے بڑی عرق ریزی سے لکھے ہیں۔ (۱) اخبار الاخیار ذکر سادات گیلانی خانیار۔ (۲) اشجار الاحرار شجرۂ سادات گیلانی خانیار۔ ان دونوں تذکروں میں اس خاندان کی ہر شاخ کا تذکرہ، شجرہ درج ہے۔ اقوام عالم کی تاریخ ہی سے انسانی شرف نمایاں ہوتا ہے ؎

آثار پدید است صنادید عجم را کز نقش و نگار در و دیوار شکستہ

میر سید حسن سجادہ نشین خانیار کے چار فرزند اور چار صاحبزادیاں ہوئیں۔ ان میں سے میر سید غلام شاہ جوان مرگ ہوئے اور دوسرے فرزند میر سید مقبول شاہ سجادہ نشین ہوئے۔

تیسرے فرزند ارجمند میر سید غلام حسین شاہ ہیں۔ جو قومی اور ملکی کاموں میں حصہ لے رہے ہیں۔

چوتھے فرزند میر سید میرک شاہ ہیں۔ جو اس وقت میر سید مقبول شاہ سجادہ نشین کی غیر حاضری میں زیارت شریفہ کے مشاغل میں نیابتاً منہمک رہتے ہیں۔

میر سید حسن سجادہ نشین مغفور کی ایک صاحبزادی میر سید شہاب الدین مظفر آبادی کے عقد میں۔ اور دوسری میر سید احمد گیلانی ہیبہ داری کے عقد میں آئی تھی۔

تیسری صاحبزادی میر اکبر ہیبہ داری ذیلدار علاقہ کے عقد میں آئی۔ جن سے میر سید جلال الدین گیلانی خانیار میں فرزند موجود ہیں۔ یہ نہایت ہی خوش اخلاق جوان صالح ہیں۔ میر مقبول شاہ صاحب سجادہ نشین خانیار نے ان کو اپنا متبنی فرزند بنا دیا ہے۔ آپ ریاست کشمیر میں ایک اچھے عہدے پر فایز ہیں۔

اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ سید عبد القادر ثانی کے دوسرے فرزند سید نور الدین تھے۔ آپ کے فرزند سید احمد تھے۔ اور آپ کے فرزند سید یوسف تھے۔ آپ کے فرزند سید عبد المجید تھے۔ اور آپ کے فرزند سید ابو البرکات محمد یوسف گیلانی تھے۔ آپ شہر ٹھٹھہ میں مقیم تھے۔ آپ مع اپنے تین فرزندوں کے شاہ محمد فاضل قادری کی استدعا پر ۱۱۰۶ھ میں کشمیر آئے سید ابو تراب واپس اپنے والد بزرگوار کے ساتھ ٹھٹھہ تشریف لے گئے۔ اور ان کی اولاد وہیں پر آباد ہیں۔ سید شاہ محمد محمود سید شاہ محمد تقی دونوں سگے بھائی خانیار کے میرہ محلہ میں سکونت پذیر رہے۔

سید شاہ محمد محمود کی اولاد امجاد میں سے سید جلال الدین مشتاق

محدث کشمیر بڑے عابد گذرے ہیں۔ آپ کا کتب خانہ اس وجہ سے کہ آپ لاولد تھے۔ میر بزرگ شاہ قادری کے خاندان میں منتقل ہوا۔ آپ کے عقد نکاح میں سید غلام الدّین آزاد کی صاحبزادی تھی۔ آپ نے اپنے والد بزرگوار کا زیارت خانہ تعمیر فرمایا تھا۔ جس کے دروازے پر یہ شعر لکھا ہوا ہے ؎

ہست این درگاہ آن نور جمال ۔۔۔ سید محمود و آن سید جلال

آپ نے حمام و خانقاہ بھی بنوائی تھی۔

آج اس خانقاہ اور مسجد و زیارت کی خستہ حالت دیکھکر کلیجہ منہ کو آتا ہے۔

فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشہوات

آپ کے برادروں کے بقیۃ السلف اس وقت ہیہ وار، ماگام۔ حیدر پورہ، زوبگ کھارن، گوجہ پتھری اور میرہ محلہ خانیار میں بستے تھے۔ اور اپنے آبا و اجداد کا نام بیچکر گزارہ کرتے ہیں۔

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی

کہ درین راہ فلان ابن فلان چیزے نیست

الراقم ماخوذ از مثنوی فطرت

نازکم کن بر نسب گر عاقلی ۔۔۔ ابن نفس خویش شو ہمچون علی[1]

[1] بہ قول حضرت شاہ ولایت انا ابن نفسی و کینتی ادبی۔ (میں اپنے آپ کا بیٹا ہوں۔ میری کینت علم و ادب ہے)

سید حافظ رسول شاہ قادری گوجہ پتھری جو خواجگان نقشبند کے داماد تھے۔ اسی خاندان سے تھے۔ سید احمد صاحب ہیرواری اسی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔

سید شاہ محمد محمود کے دو فرزند تھے۔ سید شاہ محمد ملوک، سید جمال الدین۔

سید جمال الدین کے چار فرزند تھے۔ سید جلال الدین مشتاق لاولد لہ۔ سید امیر الدین۔ سید شریف الدین۔ سید بہاء الدین سید امیر الدین کے فرزند ہیرہ دار اور زونیگ کہارن ساکن ہیں سید شریف الدین کی اولاد حیدر پورہ بیرہ باغ میں مقیم ہیں۔ سید بہاء الدین کی اولاد گوجہ پتھری اور میرہ محلہ میں سکونت پذیر ہیں۔

سید شاہ ملوک قادری نے زاویہ گزینی ہی میں اپنی عمر بسر کی۔ آپ صاحب کشف و کرامات اور ولی کامل تھے۔ سید صدر الدین مفتی سونپوری نے جو سید شاہ محمد تقی ریہ ننگی کی اولاد میں سے ایک عالم و فاضل بزرگ تھے۔ آپ کا ذکر اپنی منظوم تاریخ میں یوں درج فرمایا ہے ؎

پیشروِ جملۂ اہل سلوک سرورِ ما شاہ محمد ملوک!
چونکہ شد از جیفۂ دنیا نفیر! گشت ز مردار خوران گوشہ گیر
در تہ آن کوہ کہ بابا شکور کردہ سرِ قلۂ آن گہ ظہور

آپ کے عقد میں سخی شاہ محمد فاضل قادری کے بڑے فرزند میر

شاہ صاحب کی صاحبزادی تھی۔ جن سے آپکو ایک ہی فرزند جلیل القدر سید شاہ نور الدین ہوا تھا۔ جو مقامات سلوک اور کشف وکرامات میں مشہور تھے۔ آپ کا گوشۂ عبادت موضع مدون اور احسن تھا۔ جہاں پر بیٹھ کر وہ عبادات وریاضات شاقہ میں مشغول رہتے تھے۔ آپ کے عقد نکاح میں سید جلال الدین مشتاق کی ہمشیرہ تھی۔ جن سے آپ کا اکلوتا بیٹا سید شاہ نظام الدین ولی ہوا۔

آپ مقاماتِ سلوک میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ شیخ احمد فرید جیسے بزرگ آپ کے مریدوں میں داخل تھے۔ شیخ امام الدین سکھوں کے عہد حکومت کا گورنر آپ کا مرید خاص تھا۔

آپ کے عقد میں مخدوم آیہ اللہ قریشی ساکن قطب الدین پورہ کی صاحبزادی تھی۔ جن سے آپ کے دو فرزند ہوئے تھے۔ سید حافظ محمد حسین اور سید وزیر الدین۔ حافظ محمد حسین قادری کے تین فرزند تھے۔ حافظ سید اسد اللہ جو نہایت ہی لائق وفائق تھے ان کے تین فرزند تھے۔ حافظ سید مقبول۔ سید غلام محی الدین اور سید میر بادشاہ ان میں سید مقبول صاحب لاولد جان بحق ہوئے۔ راقم الحروف کو ان کا شرف ملاقات حاصل ہوا ہے۔ نہایت خوش لباس، خوش اخلاق بزرگ تھے۔

سید غلام محی الدین صاحب ناو پورہ کے خاکی خاندان میں خانہ داماد تھے۔ ان کی ایک صاحبزادی یادگار رہ چکی تھی جو سید میرک صاحب

اندرابی فاضل دیوبندی کے برادر سید محی الدین صاحب اندرابی کے عقد میں آئی تھی۔ ان سے آپ کا ایک فرزند موجود ہے۔ سید منور شاہ بابا کے تین فرزند موجود ہیں۔ سید احمد سعید جو میر سید جلال الدین اندرابی کے خانہ داماد ہیں۔ اور ملارٹہ میں موجود ہیں۔ دوسرے فرزند میر محمد سعید صاحب ہیں جو میرہ محلہ خانیار میں موجود ہیں۔ تیسرا میر مقبول ہے میرہ محلہ خانیار میں موجود ہیں۔ سید حافظ میر حسین کے دوسرے فرزند میر یوسف شاہ تھے۔ آپ کے دو فرزند تھے۔ حافظ پیر سید شاہ قادری آپ ورد وظائف اور تعویز نویسی میں باکمال تھے۔ آپ کے دو فرزند ہیں۔ سید رسول شاہ۔ سید غلام مصطفٰے دونوں میرہ محلہ خانیار میں رہتے ہیں۔ سید پیر شاہ کے دوسرے بھائی میر مظفر شاہ میرہ محلہ خانیار میں موجود ہیں۔ حافظ سید حسین کے تیسرے فرزند سید علی تھے۔ آپ کے فرزند سید میر محمد تھے۔ آپ کے فرزند سید محمد سعید جو خواجہ بارہ بل کے پیر صاحبان کے متبنی فرزند ہیں۔ اور وہیں پر موجود ہیں۔ اور دوسرے فرزند جن کا نام راقم کو یاد نہیں حضرت بل میں ساکن ہیں۔ تیسرے فرزند میر سیف الدین محلہ ملارٹہ میں سکونت پذیر ہیں۔ حافظ سید حسن کے برادر سید وزیر الدین خانیار میں مدفون ہیں۔ آپ کے تین فرزند تھے۔ سب سے بڑے سید شاہ غلام الدین

صاحب قادری راقم آثم کے والد مغفور، آپ کو میر سید میرک ہمدانی
میر سید تاج الدین ہمدانی کی اولاد میں سے ایک بزرگ نے تبنی فرمایا
تھا۔ اس وجہ سے وہ خانیار سے سنہ ۱۲۸۹ھ میں خانقاہ معلی منتقل
ہوئے۔ سید شاہ غلام الدین قادری کے دو فرزند اور دو صاحبزادیاں
ہوئی تھیں۔ بڑے بیٹے کا نام سید محمد لٰسین قادری ہے۔ آپ
عربی، فارسی میں غیر معمولی قابلیت کے مالک ہیں۔ علاقہ کامراج
کے مبلغ اور مفتی ہیں۔ پار سال آپ خوش قسمتی سے زیارت
حرمین سے بھی مشرف ہو کر آئے ہیں۔

این سعادت بزور بازو نیست

راقم نامہ سیاہ محمد مبارک آپ کا دوسرا فرزند ہے۔

بد نام کنندۂ نکو نامے چند راقم

چو یاد آدرم از نیاگان او ۔ بدانم کہ فطرت بود نا خلف

راقم نے اپنی ساری عمر ذوق و وجدان اور علم و ادب کی تحصیل
میں صرف کی ہے۔ سیر و سفر اور تصنیف و تالیف کے لئے اپنی عمر
گرانمایہ وقف کر رکھی ہے۔ سنہ ۱۹۸۰ بکرمی میں اپنے چچیرے بھائی
حاجی سید غلام محمد خان خوجام کی استدعا پر یار قند گیا۔ اور
آپ کی صاحبزادی کے ساتھ عقد نکاح ہوا جس سے ایک
فرزند سید غلام غوث ہوا۔ کشمیر میں جو نکاح ہوا ہے۔ اس
سے تین فرزند موجود ہیں۔ شاہ محمد اسلم، سید مشتاق حسین

میر شوکت علی ہے جاودان آزادہ سید غلام الدین بود نے
سید وزیرالدین کے دوسرے فرزند سید حسن تھے۔ آپ
سید میر طاہر اندرابی کے خاندان میں خانہ داماد تھے۔ اس کے بعد
آپ نے مخدوم نصر اللہ قریشی لعل بازاری کی صاحبزادی عقد
میں لائی۔ جس سے آپ کا ایک لڑکا میر احمد ہوا تھا۔ وہ
حافظ قرآن تھا۔ مگر دیوانہ وضع تھا مر گیا ہے۔ آپ کا سلسلہ
نسب وہیں پر ختم ہوا۔ میر سید وزیرالدین کے تیسرے فرزند
کا نام سید میر میرک تھا۔ آپ بڑے زاہد و عابد تھے۔ مقامات
سلوک میں آپ کو اونچا درجہ حاصل تھا۔ آپ سید غلام الدین
اندرابی ملارٹہ کے خانہ داماد تھے۔ آپ کے تین فرزند اور ایک صاحبزادی
تھی۔ بڑے فرزند سید غلام محی الدین تھے۔ نہایت ہی فہیم
اور خوش اوضاع بزرگ تھے۔

آپ کے عقد میں میر سید میرک ہمدانی خانقاہی کی دوسری
صاحبزادی تھی۔ اس حیثیت سے یہ راقم کے چچیرے بھائی اور
خالو بھی تھے۔ راقم کے ساتھ آپ کو بڑی محبت تھی۔ فن تکسیر۔
رمل۔ جفر۔ راقم نے ان ہی سے سیکھا ہے۔ آپ نے راقم کی
ہمشیرہ متبنیٰ کی تھی۔ اپنے بھائی سید غلام محمد یار قندی کے فرزند
کو بھی متبنیٰ کیا تھا۔ اور ان دونوں کی شادی کی تھی۔ آپ ہوائے
رودی میں شہید ہو گئے۔ میر سید احمد سعید اندرابی نے تاریخ لکھی ہے

(اے فطرت سید کے والد کی تاریخ وفات)

جو سنگ مزار پر منقش ہے۔

روز جمعہ بست و شش شوال از ماه و نهفت
بو گلے اندر جنان با آل طاہر گشت جفت
بہر تاریخ وفاتش نام و سالش ہا تفی
در جوار میر میرک میر محی الدین بگفت ۱۳۳۷ھ

سید احمد کی بڑی صاحبزادی برادرم سید لیسین کے فرزند سید محمد سعید کے عقد میں آئی ہوئی تھی۔ شادی ہو کر تھوڑے ہی عرصہ کے بعد وہ رحلت کر گئی۔

سید احمد کی دوسری صاحبزادی برادر زادہ ام سید عبد الرشید کے عقد میں موجود ہے۔

عبد الرشید میر سیف الدین صاحب منطقی کا متبنی فرزند ہے۔ اور بند گری باغ میں متصل خانقاہ معلی سکونت پذیر ہے۔

میرے برادر کلاں کے چار بیٹے تھے۔ ان میں سے منجھلا لڑکا سید غلام محمد حادثہ سے فوت ہوا۔ اس کی ایک لڑکی موجود ہے۔

میر لیسین صاحب گیلانی کے بڑے بیٹے کا نام سید محمد سعید ہے۔ اس کے دو فرزند سید شبیر احمد۔ سید منظور احمد اور ایک صاحبزادی موجود ہے۔ میر لیسین صاحب گیلانی کے دوسرے فرزند میر عبد الرشید ہیں۔

میر لیسین صاحب گیلانی کے چوتھے بیٹے کا نام سید محمد یوسف گیلانی

اسس وقت پاکستان میں سکونت پذیر ہے۔ اس کا فرزند سید افتخار احمد اپنے چچا سید عبدالرشید گیلانی کا متبنّی فرزند ہے۔

میرے عم بزرگوار سید میرک بلارتی کے دوسرے فرزند خان بہادر سید غلام محمد خان خوجام کو اپنے ماموں میر سید اشرف اندرابی یارقندی نے نکاح کے سلسلے میں یارقند بلالیا تھا۔

آپ اپنے والد بزرگوار سید میرک کے ساتھ غالباً ۱۳۱۵ھ میں یارقند گئے ہیں۔ اور آپ کی جاگیر میں تین گاؤں تھے۔ چیگچی۔ لنغارچی۔ پوست گام۔ سرکار انگلشیہ نے آپ کو خان بہادر کا لقب دیا تھا۔ اور آپ کے تجارتی مال پر محصول معاف کیا تھا۔ آپ کے عقد میں میر اشرف صاحب اندرابی کی صاحبزادی تھی آپ کے اکلوتا بیٹا سید احمد خان حضرم اس وقت وہ گلگت میں پناہ گزین ہیں۔ بالشوک حکومت نے آپ سے اراضی، جاگیر زر و زیور سب کچھ چھین لیا۔ خدا کا فضل و کرم تھا کہ راقم آج سے تیس سال قبل ہی اسس ملک سے دامن کش ہوا تھا۔

بدریا در منافع بیشمار است اگر خواہی سلامت بر کنار است

سب سے بڑی سلامتی دنیا میں سلامتی دین ہے۔

ان الدین عند اللہ الاسلام۔ حاجی میر سید غلام محمد خان یارقندی نے میر اشرف صاحب اندرابی کی صاحبزادی قضا ہونے پر یارقند میں میر غلام محمد اندرابی فرزند میر حافظ خلیل صاحب اندرابی

جعفری کی صاحبزادی کے ساتھ نکاح کیا تھا۔ جس کے بطن سے آپ کے تین فرزند اور تین صاحبزادیاں تھیں۔ حافظ سید عبدالقادر خان خوجام۔ سید عبداللہ خان خوجام۔ سید مقبول خان خوجام۔ یہ سب راقم کے پروردہ عزیز ہیں۔ بیچاروں کو بالشویک حکومت نے شہر بدر کیا ہے۔ اور اس وقت پاکستان کے کسی شہر میں پناہ گزین ہیں۔ سید مقبول خان اور فرزندم سید غلام غوث کے متعلق کوئی مصدقہ خبر نہیں ملتی ہے۔

شاید یہ دونوں غریق رحمت ہوئے ہیں غفر اللہ لہما حاجی صاحب کی دو صاحبزادیوں میں سے ایک راقم آثم کے عقد میں تھی۔ اور دوسری وزیر خان خوجام کے عقد میں ہے۔ تیسری لڑکی شاید قضا کر گئی ہے۔

سید عبدالقادر خان بڑا صالح ہے۔ حافظ قرآن اور داملا قاضی القضاۃ شہر اعلم اخوند کی لڑکی عقد میں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے۔ کہ اس کو دیکھ کر میں اس جہانِ ناپایدار سے چل بسوں ۔

دلم گوید کہ بارِ دیگرش بین

حاجی سید غلام محمد خان صاحب نہایت ہی فیاض اور غیور تھے۔ کشتی اور پہلوانی میں ماہر خصوصی تھے۔ بوڑھاپے میں شکار کھیلاتے قوی ہیکل اور دلاور تھے۔

آپ نے کئی دفعہ شیر ببر کا شکار کیا ہے۔ یارقند کے تاجروں اور رئیسوں میں نامور تھے۔
سخی اور غنی القلب بھی تھے۔ آپ کے دستر خوان پر روزانہ ۲۰ بجے ۲۵ بیس پچیس مسافر کھانا کھاتے تھے۔ ہر شہر میں آپ کے گماشتے کام کرتے رہے۔ راقم کو آپ کی بابرکت صحبت میں بہت کچھ فیض حاصل ہوا ہے۔ جیسا کہ آئینہ فطرت میں لکھا ہے۔
چینی ترکستان کے ایام عیش جب یاد آتے ہیں۔ تو دل درد مند بھر آتا ہے۔ جہاں بلبلان خوشنوا چہکتے تھے۔ وہاں آج اُلّو بول رہے ہیں۔ ذالك تقدیر العزیز العلم!
وذالك بما قدمت ایدیھم!
راقم کے عم مغفور سید میرک ملارٹی کے تیسرے فرزند کا نام سید اسد اللہ گیلانی تھا۔ آپنے میر حبیب اللہ کریری درگہ مولہ کی صاحبزادی عقد میں لائی تھی۔ آپ کا اکلوتا بیٹا میر غلام مصطفٰے گیلانی درگہ مولہ میں موجود ہیں۔ راقم کا عزیز ہے۔
حکایت بود بے پایاں بخاموشی ادا کردم
بالآخر خداوند تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ وہ اس خاندان عالیشان کے فرزندوں کو اپنے آباؤ اجداد کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا کرے۔ تاریخ قوموں کی حیات ہے۔ تاریخ لکھنے کا مقصد یہ نہیں ہوتا ہے۔ کہ آباؤ اجداد کی ہڈیاں بیچکر نسبی فخر ظاہر کیا جائے۔

یہ بالکل بہتان ہے یوم لا انساب بینھم

ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم

آن نا کسان کہ فخر بہ اجداد میکنند۔

چون سگ ز استخوان دل خود شاد میکنند

حق تعالیٰ نے اہل بیت اطہار کی پاکی کا ذکر بیان فرمایا ہے انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ جو شخص فی الحقیقت اہل بیت اطہار کی نسل ہو۔ یا جس شخص کی رگوں میں ہاشمی خون ہو۔ وہ خلعت ایمان سے ملبس ہو کر اس جہاں فانی سے نکلے گا۔ انما الاعمال بالخواتیم۔ اس کا خاتمہ ایمان و ایقان پر ہی ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ علماء دین کی متفقہ رای ہے کہ اگر سادات میں سے کسی سید صحیح النسب کے عادات و اطوار بری صحبت کی وجہ سے بگڑ بھی گئے ہوں۔ اس پر زجر و توبیخ جائز نہیں کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کی برکت سے اس کا خاتمہ ایمان پر ہی ہوگا۔

حضرت جامیؒ نے جو ایک عالم ربانی تھے اس مشکل کو یوں حل فرمایا ہے۔

سادات معظم بکلام سیخلی الصالحون للہ والطالحون بی

فرماتے ہیں کہ سادات عالیہ درجات ہر صورت میں واجب الاحترام ہیں۔
رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے۔ جو لوگ میری اولاد میں سے نیکوکار ہوں گے
ان کو اللہ تعالیٰ کی خاطر احترام کرو۔ اور جو ان میں سے (خدانخواستہ)
بری صحبت کی وجہ سے آلودہ دامان ہوئے ہوں۔ ان کی حرمت
میری ذات کی وجہ سے کیا کرو۔ اور پھر سلسلۃ الذہب میں اس
مضمون کی اور بھی وضاحت فرمائی ہے۔

معنی انما یرید اللہ | آن بود پیش عارف آگاہ
که خدا را ز لوث در جس فساد | ہست تطہیر اہلبیت مراد
از معاصی مدار شان معصوم | وز ذمایم مساز شان مذموم
از یکے گر جریمہ دانی | کش نهفتن بشرع نتوانی
بر وی احکام شرع اجرا کن | زانچه مشروع نی تبرا کن
بطبیعت مکن در ان مدخل | دین خود را مکن بدان مختل
لب بگفتار ناسزا مکشای | ناسزا را به ناسزا مزدای
بتعصب مگوی دشنامش | جز به حسن ادب مبر نامش
چه عجب گر زوی آن کلام فضول | در گذارند بهر روح رسول

تو مواخذ شوی بآن ہذیان!
که ترا یافت بر زبان جریان

حضرت جامع الکمالات شیخ یعقوب صرفیؒ جو محدث وقت اور
عالم ربانی تھے۔ سلسلہ کبرویہ میں آپ کو اونچا مقام حاصل ہے
آیہ تطہیر کی تفسیر میں آپ فرماتے ہیں ؎

دعائے نبی دال باشد بر ان | کہ مأموں زدیو بند اولاد شان
بہر حال اولاد خیر الانام | بدنیا و دیند عالی مقام
در ایذای این زمرہ ہرگز مکوش | بجان این نصیحت کن از بند گوش
کہ ایذای این قوم عالی مقام | بود عین ایذای خیر الانام
در ایذا و تعذیبش اصلا مرو | ز فضل الخطاب این حکایت گشنو

مسلمانوں کو سادات عالی کے بارے میں عزت و احترام کی نصیحت
فرماکر وہ ایک مشکل مسئلہ کو بھی حل فرماتے ہیں۔ کہ یقیناً اکثر
مسلمانوں کو بعض سادات کی ناشائستہ حرکتیں دیکھکر اشتعال کا
جذبہ دل میں موجزن ہوتا ہے۔ اور جذبہ انتقام میں وہ اس
گروہ پاک کے حق میں ناشایستہ الفاظ زبان سے نکال لیتے
ہیں۔ ان کی عزت و حرمت میں کمی کرتے۔ یا العیاذ باللہ محبت
اہل بیت جو ہر مسلمان کے ایمان کا جزو اعظم ہے دل سے نکال
لیتے ہیں۔ حالانکہ نبی اقدس امی وابی فداہ نے دین حق کی
تبلیغ کے بدلے میں کوئی چیز بجز محبت اہلبیت کے نہ مانگی ہے
قل لا اسئلکم علیہ اجراً الا المودۃ فی القربیٰ۔
حضرت صرفی اپنے وسیع علم ربانی سے یہ مسئلہ یوں سلجھاتے ہیں

ولی حل مشکل کنم اینچنین ! ! کزین قوم سادات دنیا و دین
کسی گر بجرمی ملوث شود در آخر ز دنیا به توبه رود
پناہ از شیاطین دہد کردگار !
مرا بن زمرہ را در دم اختصار
اسی بنا پر خواجہ خواجگان خواجہ عبور نقشبند مشکلشا رض فرماتے ہیں ؎
بعالم چو بینم کہ من کسیم[۳] بعالم چو بینم کہ از کسیم[۳]
حضرت شیخ علی متقی آیہ کریمہ سے مقتبس ہیں۔
صلاحیۃ الاب تورث للولد۔ ولو طغی[۱] وکان ابوھما صالحاً۔ یعنی باپ کی صلاحیت بیٹے کو میراث میں ملتی ہے۔ اگرچہ وہ غلط کار ہو۔ قرآن میں ہے کہ اُن دو لڑکوں کا باپ صالح تھا۔ اسلام نے اہلبیت اطہار کے رشتہ کے بغیر جاہلیت کے تمام رشتے۔ رنگ و نسل کے سارے امتیازات مٹا دیئے ہیں۔
کل نسب وسبب سنقطع الا سببی ونسبی۔ یعنی دنیا کے سبب سببی اور نسبی تعلقات کٹ جائیں گے آنحضرت ؐ کا لیکن اس نعمت غیر مترقبہ کا جائز فائدہ یہ ہے۔ کہ اہلبیت اطہار آل صوری ہو کر آل معنوی بھی ثابت ہو جائیں۔
رسول اللہؐ نے فرمایا ہے۔ کل تقی آلی۔ ہر خدا ترس مومن

لہ نسب و سبب باقی ہے۔

بندہ میری اولاد ہے۔

اسی وجہ سے حضرت خاکی علیہ رحمۃ اللہ اپنے مرشد طریقت جناب۔ شیخ الشیوخ شیخ حمزہؒ ولی کشمیری کے بارے میں فرماتے ہیں۔ چون رسول اللہ گفتا ہر تقی آل من است

شکر کز باغ نبی پیدا یکے نو بر شد است

مگر ساتھ ہی آل صوری کی محبت کے بارے میں تاکید بھی فرماتے ہیں۔

ما محبّ اہلبیتیم و بجان محبوب ما

حضرتِ شبیر و دیگر حضرت شبر شد است

حضرت امام شافعی فرماتے ہیں۔

یا اهل بیت رسول الله حبکم فرض علینا فی القرآن انزله

یکفاکم فی عظم قدرکم انکم من لم یصل علیکم لا صلوة له

فرماتے ہیں۔ کہ اے اہلبیت اطہار آپ لوگوں کی محبت مسلمانوں کے ایمان کا جزو اعظم ہے۔ اسی حکم کے بموجب جو خدا نے قرآن مجید میں واضح فرمایا ہے۔ آپ کی قدر و قیمت کا اندازہ اسی سے ہوتا ہے۔ کہ جس نے آپ پر نماز میں درود نہ پڑھا۔ اس کی نماز جائز نہیں۔

اللھم صل علی محمد و علی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم

وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید۔

جامی اگر عاشقی کنی و جوانی
عشق محمد بس است و آل محمدؐ

بصدق و صفا بتواں گشت جامی۔ غلام غلامان آل محمدؐ۔

اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ کہ ان میں سے جو لوگ بری صحبت میں پھنس کر نامشروعات کے مرتکب ہوں گے۔ انہیں پند و نصایح اور اخلاق نبوی سے ترغیب دلائی جائے۔ مگر ان کی عزت و محبت اور ان کے شرعی حقوق میں کسی طرح سہل انگاری جائز نہیں حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خلافت میں کسی ہاشمی النسب نے حضرت خلیفہ اول کا نام گستاخی سے لیا خلیفہ عادل نے ان کو قید میں ڈال دیا۔ اسی رات کو خلیفہ نے خواب میں حضرت یار غار رضؓ اور سیدۃ النساء فاطمہ علیہا السلام کو دیکھا۔ جناب سیدہ کبیدہ خاطر علیحدہ ایک کونے میں بیٹھ کر۔ شکایت کے طور پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرما رہی ہیں۔

روا باشد آیا کہ فرزند من! زہر تو باشد بزندان و طن!

یعنی یہ کس آئین میں جائز ہے کہ میر الخت جگر معمولی غلطی کی وجہ سے قید و بند کا شکار ہو۔

خلیفہ خواب سے بیدار ہو کر نادم ہوئے اور اسی وقت ان کو قید و بند سے آزاد کر کے ان سے معافی مانگ لی۔

سادات پر زکوٰۃ کا مال ان کی عزت و حرمت ہی کی وجہ سے حرام ہے۔ البتہ ہدیہ کا لین دین سادات کا خاصہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ المرأ مع من احب۔ انسان کل اسی شخص کیساتھ محشور ہوگا جس کی اسے محبت ہو۔

آیہ تطہیر کی رُو سے اس زمرۂ پاک کو کفر و شرک کی کثافت سے پاک کر دیا گیا ہے۔ نسلاً بعد نسل لہذا اس زمرۂ پاک کی محبت مسلمانوں کے ایمان کا جزو اعظم ہے۔ لیکن آج کے طوفان بی تمیزی میں بے علم لوگ سادات کو ہر قسم کی بی حرمتی کا ہدف ملامت بنا لیتے ہیں۔ العیاذ باللہ۔

لراقمہ ماخوذ از مثنوی فطرت۔

مردم عصر ند دون طبعان و پست
بیخود و بے فکر و بے حال و مست
چشم شان از بے نگاہی بے بصر
قلب شان از بیگدازی بے خبر
بندگان زر پرستند و امیر
بے نصیب از بہرۂ مرد فقیر
ہر کہ موی سر بہد جامہ دراز
خلق گرد آیند پیشش با نیاز

وآنکہ بے مکر و ریا باشد فقیر!
گوشۂ بگرفتہ از سلطان و میر!

او مباح الدم بود در دین شان
در دل شان جائز آمد کین شان

قدر اہل حال پیش شان گناہ
حال اہل درویش شان تباہ

جہاں تک راقم کا تجربہ ہے۔ اکثر کم علم لوگوں سے جو بے حرمتی سادات عالیہ درجات کے متعلق سرزد ہوتی ہے۔ اس کی وجہ وجیہ، اس دعوی میں افراط و تفریط بھی ہے۔ آج کل کے اس خدا ناترس دور میں لوگوں کا ایمان اس قدر بگڑ گیا ہے۔ وہ عالم غیب پر اور یوم الدین پر محکم ایمان رکھتے ہی نہیں ہیں۔

دیکھا جاتا ہے کہ ہر طرف سے جاہ پسند لوگ خاندان نبوتؐ کے ساتھ خواہ مخواہ اپنا الحاق کرتے ہیں۔ حالانکہ فقہ اکبر ایک مفتی بہ کتاب کا کلی مسئلہ ہے۔

من انتسب نسبہ الی غیر ابیہ فقد کفر۔ یعنی جس شخص نے اپنا سلسلہ نسب کسی غیر نسب کے ساتھ ملایا۔ وہ کافر ہے۔ کافر اس لئے کہ اسکو دراصل اس بات کا یقین ہی نہ رہا۔ کہ کل میدان محشر میں ہر شخص اپنے باپ ہی کے نام پر پکارا جائے گا۔

ادعوھم لاٰبائھم۔ خدا عالم الغیب ہے۔ وہ جھوٹ بات پر آگاہ ہے۔ ویعلم ما تخفی الصدور۔

حضرت امیر تیمور گورگانی کا مسلمانوں پر بڑا حق ہے۔ کہ آپ نے جھوٹے مدعیان نسب کا خاتمہ کر دیا۔ آپ نے دامن نبوت سے یہ بدنما داغ دھو لیا۔ وہ درحقیقت خاندان نبوت کے سچے محبّ تھے۔

حضرت جامی رح فرماتے ہیں۔

ہیچو این جاہلانِ جاہ طلب | کہ غلو کردہ در علوّ نسب
دے پدر را ازا رذل فردی | پسر امرد ز سید علوی
ساز داز آل مصطفےٰ خود را | میز ندوم ز حیدر رضہ و زہراء
کے بود ز اہل بیت آن نااہل | کہ گریزد ز جہل او بوجہل
باد لعنت بران کہ چہرہ خر | کرد پیوند سلک عقد گہر
باد لعنت بر آنکہ دیدہ بدوخت | خاک تیرہ بہ نرخ خشک فروخت

باد لعنت بر آنکہ رُوی اندود
کرد مس را بہیچو زر بہبود

مومن کامل ہرگز اس قسم کی لعنت مول نہیں لے گا۔ مجھے بخوبی یاد ہے۔ کہ حضرت مولینا انور شیخ الحدیث کے نام نامی کے ساتھ کسی شخص نے محض ان کی روحانی سیادت کی وجہ سے سیدنا انور لکھا تھا۔ آپ نے جب دیکھا تو اسی وقت آپ نے اخبارات

ہیں مضامین سمجھے۔ کہ میں اہل بیت اطہار کا محبّ ہوں۔ کوئی مسلمان اس دھوکہ میں نہ پڑے۔ کہ میں آل صوری ہوں۔ ہر گز نہیں۔ بلکہ میرا سلسلہ نسب مسعودی خاندان کے ساتھ وابستہ ہے۔ دیکھئے خدا ترس اور عالم غیب پر یقین رکھنے والے مومن کو کسقدر ڈر ہوتا ہے۔ کہ وہ عالم الغیب کے سامنے یوم الجزاء پر کیا جواب دے گا۔ جو لوگ آنکھیں بند کر کے سادات کرام سے جعلی تعلق ظاہر کرتے ہیں۔ اور اس طرح اپنے آپ کو والد الحرام قرار دیتے ہیں۔ ان کو یقیناً اس بات کا یقین ہی دل میں نہیں ہوتا ہے۔ کہ ان کو واحد القہار کے سامنے ہر جھوٹ بات کے لئے جواب دہ ہونا ہے۔

تقوی کہ نداری دکنی این دعوی!
باللہ کہ بود دعوئ تو بے معنی!

حق تعالیٰ کو ہر بندہ کی نیت پر نظر ہے۔ وہی جانتا ہے۔ کہ یہ مختصر تذکرہ کس نیت سے لکھا گیا۔

میرے دل میں یہ تذکرہ لکھنے اور طبع کرانے میں یہی غرض ہے۔ کہ سادات و مشائخ کے گھروں میں جو نوجوان پیدا ہوئے ہیں۔ وہ اس زور و زر کے دور ناہنجار میں صرف مادی طاقتوں کی ہی تسخیر میں مصروف جہاد ہیں۔ روحانیت اور اخلاقی تعلیم سے کلیتاً دستکش اور دامن کش ہیں۔

علم دین اور علم یقین سے کوسوں دور بھاگتے ہیں۔ مادی تعلیم ہی کو ہر خوبی پر ترجیح دیتے ہیں۔ وہ کیمیاوی نسخہ جس کو اہل بصیرت و بصارت فرقان کے نام سے پکارتے ہیں۔ اس کو ان لوگوں نے جھوٹی قسموں اور کفارت میت کے مدّور حلقوں کے واسطے مخصوص کر دیا ہے ؎
ز آیاتش جز این درسی نگیری کہ از یاسین او آسان بمیری
ارباب مکر وریا نے ـــــ قرآن عزیز نالون کے واسطے مخصوص کر رکھا ہے۔
ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے حج الوداع میں انہی دو امانتوں کو ہدایت کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ اور فرمایا ہے۔ ترکت فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتي
حضرت صرفی خطبہ وداعی کا ترجمہ لکھتے ہیں۔
بقول دگر آنکہ گویا مرا!
بخواندند ازینجا بدار البقا
ازینجا مرا جانب آن جہان
بخواندند کردم اجابت بدان
بدانید آخر کہ من می روم
ز دنیا روان سوی عقبی اشوم
گزارم دم عزم دار البقا

دُوام ہے عظیمے میان شُما !

کلام خدا جلّ ذکرہ یکے ! !

کہ آوردہ ام از خدا بیشکے

دوم اہل بیت وحق ہر دوار

ادا کردن از واجبات شُما

اُمید ہے کہ حق تعالیٰ مجھے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے اہل بیت اطہار اصحاب کرام اور اولیاے نامدار کی شفاعت نصیب کرے۔ اور یہ سرگشتہ میدان غفلت ہوش میں آئے جناب حضرت غوثیت کی غلامی کا داغ جو میرے ماتھے پر ازل سے کھینچا گیا ہے۔ اس کی برکت سے امیدوار ہوں کہ اللہ تعالیٰ فردای قیامت میرے سارے گناہ بخشدے گا۔ آمین

غلام سیّد بغداد ہوں فطرت اب وجد سے

خط بغداد سے ہے داغ ماتھے پر غلامی کا

خاکسار راہ اہل اللہ

سیّد مبارک شاہ فطرت

تمام شد آئینہ فطرت در سنہ ۱۳۸۰ھ

فطرت کیست؟

کیست فطرت؟ عاشق درماندۂ — گوہر خود را ز خود یابندۂ
چشم تر مرغ سحر خیزندۂ — سر بجیب فکر جال افکندۂ
در شبستانِ جہان شب زندۂ — شمع سان سوزندہ و گریندۂ
شہپر پرواز او پرندۂ! — نیز اقبال او تابندۂ
در بیابانِ یقین پویندۂ — حق پژوہ و حق نما جویندۂ
از نگاہِ زاغ طبعے راندۂ — پیش بلبل ہمچو گل بویندۂ
کم نما کم ساز و کم گویندۂ — نی چو نادانے خجل شرمندۂ

مرد آخر بین مبارک بندۂ

تصنیفات فطرت

رشحات فطرت فارسی، فریاد جرس اردو، معارف طبع فطرت
غیر مطبوعہ ، غیر مطبوعہ ، غیر مطبوعہ
مثنوی فطرت فارسی، صد پند فطرت فارسی شرح، رباعیات فطرت فارسی
بیاض صہبای فطرت ، الثقلان اردو غزلیات کشمیری
موسوم زمزمۂ فطرت
۹ جلد
اخبار الاحرار ذکر سادات گیلانی خانیار ، حقانی مطبوعہ

اشجار الابرار دائرہ سادات خانیار

آئینہ فطرت

جنا ... حب ہمدانی

... یگر کشمیر نے

... سرینگر کشمیر

... ں چھپوا کر شایع کیا

کاتب

قاضی محمد حسین فرزند مرحوم قاضی نظام الدین غفراللہ لہ

من نوشتم صرف کردم روزگار
من نمانم این بماند یادگار